تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

42

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

4 تا 10 ربیع الثانی 1443ھ/9 تا 15 نومبر 2021ء

انقلابی گروہ کا مزاج

کسی نظام کو بدلنے کے لیے اُٹھنے والے انقلابی گروہ کا ایک مخصوص مزاج ہوتا ہے جسے ہم اس کا تحریکی مزاج کہہ سکتے ہیں۔ ایسے لوگ حد درجہ پُرعزیمت ہوتے ہیں اور کسی دشواری یا مشکل سے گھبرا کر راستہ بدلنے پر تیار نہیں ہوتے۔ یہ باطل سے شدید تنفر ہوتے ہیں کیونکہ اسی کو گرانے کی عملی جدوجہد وہ کر رہے ہوتے ہیں اور اسی کے ساتھ ان کی موت وحیات کی جانگسل کشمکش جاری ہوتی ہے۔ حق کی سربلندی کے لیے ان میں جنون کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ حق کے دامن پر ایک دھبہ دیکھنا بھی انہیں گوارا نہیں ہوتا۔ باہم وہ پیوست ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے وہ شدید محبت کرتے ہیں۔ قرآن میں ان کے تعلق کی باہمی کیفیت کو ”رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان کا مزاج سخت درجہ کا انقلابی ہوتا ہے۔ وہ باطل کے ساتھ کسی درجہ میں بھی مصالحت یا موانست یا رعایت کا رویہ اختیار کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔ مصلحت کے معاملہ میں بھی وہ زیادہ گنجائش دینے والے نہیں ہوتے۔ ان میں ناقابل تسخیر استقلال کا جوہر موجود ہوتا ہے۔ عزم وارادہ کی پختگی انہیں ایک لمحہ کے لیے بھی راہِ حق میں چلتے ہوئے مادی نفع ونقصان کا حساب لگانے کی اجازت نہیں دیتی۔ ان میں حد درجہ شوقِ جہاد ہوتا ہے۔ وہ تبلیغ وتلقین کے تقاضے اتمامِ حجت کی حد تک ادا کرنے کے بعد باطل سے بالفعل ٹکرانے کا ایک زبردست داعیہ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ ان کی جانیں ہتھیلیوں پر اور سر گردنوں پر صرف اللہ کی امانت ہوتے ہیں۔ ایسی ہی بے تابی مسلمانوں میں موجود تھی جب ہجرت کے بعد مدینہ میں انہیں حکم دیا گیا تھا:

﴿وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴾ (البقرۃ:190)

”اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

انہیں صفات کا گروہ ہوتا ہے جو نظامِ حق کو برپا کرنے کی جدوجہد کر سکتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی حکمتِ انقلاب
سید اسعد گیلانی

اس شمارے میں

پاکستان کے داخلی اور خارجی مسائل
سیاسی عدم استحکام (3)

12 ربیع الاوّل اور سچے اُمتی (II)

مقبوضہ کشمیر میں بدلتی صورتحال

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت ثعلبہ

.... کدھر سے کون ہے حملہ کش

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

قرآن تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی حکمتیں

الھدیٰ (960)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ الفُرقان | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 32 تا 34

وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ عَلَیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ جُمۡلَۃً وَّاحِدَۃً ۚۛ کَذٰلِکَ ۚۛ لِنُثَبِّتَ بِہٖ
فُؤَادَکَ وَرَتَّلۡنٰہُ تَرۡتِیۡلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا یَاۡتُوۡنَکَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئۡنٰکَ بِالۡحَقِّ وَاَحۡسَنَ تَفۡسِیۡرًا ﴿ؕ۳۳﴾
اَلَّذِیۡنَ یُحۡشَرُوۡنَ عَلٰی وُجُوۡہِہِمۡ اِلٰی جَہَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّاَضَلُّ سَبِیۡلًا ﴿٪۳۴﴾

آیت: ۳۲ ﴿وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ عَلَیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ جُمۡلَۃً وَّاحِدَۃً ۚ﴾ ”اور ان کافروں نے یہ بھی کہا کہ اس پر یہ قرآن پورے کا پورا ایک ہی دفعہ کیوں نہ اتار دیا گیا؟“

قریشِ مکّہ کا قرآن پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اگر واقعی یہ اللہ کا کلام ہے تو پھر اکٹھا ایک ساتھ ہی نازل کیوں نہیں ہو جاتا؟ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پوری کی پوری تورات تختیوں پر لکھی ہوئی ایک ہی دفعہ دے دی گئی تھی۔

﴿کَذٰلِکَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِہٖ فُؤَادَکَ﴾ ”اس طرح (اس لیے نازل کیا گیا ہے) تاکہ اس کے ذریعے سے ہم آپؐ کا دل مضبوط کریں“

اس کو ہم اچھی طرح آپؐ کے ذہن نشین کرتے رہیں اور اس پر آپؐ کا دل پوری طرح ٹھک جائے۔

﴿وَرَتَّلۡنٰہُ تَرۡتِیۡلًا ﴿۳۲﴾﴾ ”اور (اسی لیے) ہم نے اسے تدریج و اہتمام کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔“

قرآن کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اہلِ ایمان کو ہر موقع محل کے مطابق بر وقت راہنمائی ملتی رہے۔

آیت: ۳۳ ﴿وَلَا یَاۡتُوۡنَکَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئۡنٰکَ بِالۡحَقِّ وَاَحۡسَنَ تَفۡسِیۡرًا ﴿۳۳﴾﴾ ”اور یہ لوگ آپؐ کے پاس کوئی بھی اعتراض نہیں لائیں گے مگر یہ کہ ہم (اس کے جواب میں) آپؐ کے پاس حق اور اس کی بہترین وضاحت لے آئیں گے۔“

قرآن حکیم کو جزءاً جزءاً نازل کرنے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ جب کبھی بھی مخالفین اور معترضین کی طرف سے کوئی اعتراض یا سوال اٹھایا جاتا ہے تو وحی کے ذریعے اس کا مبنی بر حق اور مفصل جواب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بتا دیا جاتا ہے۔

آیت: ۳۴ ﴿اَلَّذِیۡنَ یُحۡشَرُوۡنَ عَلٰی وُجُوۡہِہِمۡ اِلٰی جَہَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّاَضَلُّ سَبِیۡلًا ﴿۳۴﴾﴾ ”یہ وہ لوگ ہیں جنہیں جمع کیا جائے گا جہنّم کی طرف ان کے مونہوں کے بل، وہ بہت ہی بُرے مقام پر ہوں گے اور بہت بھٹکے ہوئے ہوں گے سیدھے راستے سے۔“

فرمان نبوی

دولت مندوں کے لیے تنبیہ

عَنۡ اَبِیۡ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اِنَّ الۡمُکۡثِرِیۡنَ ھُمُ الۡمُقِلُّوۡنَ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ اِلَّا مَنۡ اَعۡطَاہُ اللّٰہُ خَیۡرًا فَنَفَحَ فِیۡہِ یَمِیۡنَہٗ وَشِمَالَہٗ وَبَیۡنَ یَدَیۡہِ وَوَرَاءَہٗ وَعَمِلَ فِیۡہِ خَیۡرًا)) (رواہ البخاری)

حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”جو لوگ دنیا میں بہت مال و دولت رکھتے ہیں وہ آخرت میں نادار ہوں گے، مگر وہ شخص (آخرت میں مفلس اور نادار نہ ہوگا بلکہ بہت سی نیکیوں اور بھلائیوں کا حامل ہوگا) جسے اللہ تعالیٰ بہت سا مال دے اور وہ اسے اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیتا رہے اور اسے برابر نیک کاموں میں خرچ کرتا رہے۔“

تشریح: مال و دولت کی کثرت عام طور پر انسان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیتی ہے۔ اس میں مستغرق ہونے کی وجہ سے وہ اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی توفیق نہیں پاتا۔ قیامت کے دن اس کی نیکیاں اس کے گناہوں سے بہت ہی کم ہوں گی۔ جس مال سے اس نے دنیا میں نیکی کمانی تھی وہ اس سے گناہوں کو خریدتا رہا۔ اپنی ہی دولت کے بل بوتے پر وہ ایسے سیاہ کارنامے انجام دیتا رہا جو اسے اللہ کی عدالت میں سزا دلوا کر رہیں گے، اس وجہ سے وہ بہت پریشان اور اُداس ہوگا، لیکن وہاں نجات پانے کی کوئی راہ اسے سجھائی نہ دے گی البتہ وہ مال دار قیامت کے دن کی رسوائی سے بچ جائے گا جس نے اپنی دولت کو اچھے کاموں پر خرچ کیا۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
4 تا 10 ربیع الثانی 1443ھ جلد 30
9 تا 15 نومبر 2021ء شمارہ 42
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا----------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ادار یہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان کے داخلی اور خارجی مسائل

سیاسی عدم استحکام (3)

(گزشتہ سے پیوستہ) ضیاء الحق انتہائی ذہین انسان تھے۔ حالات کا رُخ اپنے حق میں موڑ لینے کے زبردست ماہر تھے۔ ضیاء الحق کو سابقہ فوجی جرنیلوں کی طرح امریکہ نے استعمال کیا لیکن اِس بات کا اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں کہ اُنھوں نے بھی اپنے اقتدار کے استحکام اور پاکستان کو ایٹمی طاقت بنانے کے لیے امریکہ کو خوب استعمال کیا۔ یہ مواقع اُنھیں سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کر کے فراہم کر دیے۔ امریکہ بہرصورت سوویت یونین کو افغانستان سے نکالنا چاہتا تھا جس کا ضیاء الحق نے یوں فائدہ اُٹھایا کہ اپنی کرسی بھی مضبوط کی اور پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو بھی تیزی سے آگے بڑھایا لہٰذا گیارہ سال تک حکومتیں بدلے جانے کا سلسلہ بند رہا۔ یہاں قارئین کی اطلاع کے لیے عرض کرنا ضروری ہے کہ صدر کارٹر اور ریگن دونوں کانگرس سے جھوٹ بولتے رہے کہ پاکستان ایٹمی اسلحہ بنانے کی طرف نہیں بڑھ رہا اور اِس کا باقاعدہ جعلی سرٹیفکیٹ جاری کرتے رہے جبکہ 1984ء میں پاکستان ایٹم بم کا کولڈ ٹیسٹ کر چکا تھا۔

پاکستان نے سوویت یونین کو افغانستان میں امریکہ کی مدد سے شکست و ریخت سے دوچار کیا تو امریکہ کو ضیاء الحق کی مزید ضرورت نہ رہی۔ پاکستان کو سیاسی عدم استحکام سے دوچار کرنے کے لیے ضیاء الحق کو 17 اگست 1988ء کو فضائی حادثے میں ہلاک کر دیا گیا۔ اِس حادثہ میں امریکہ کے پاکستان میں سفیر آرنلڈ لوئیس رافیل بھی ہلاک ہوگئے۔ اگرچہ امریکہ کے سفیر کی ہلاکت کا پاکستان میں سیاسی عدم استحکام سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں لیکن اکثر لوگ سوال کرتے ہیں کہ امریکہ تو اپنا عام آدمی بھی مروانا پسند نہیں کرتا اپنا سفیر اور وہ بھی محکمہ خارجہ کا انتہائی اہم فرد کیوں مروا لیا۔ لہٰذا شاید امریکہ کو اس حادثے کا ذمہ دار قرار دینا درست نہیں ہے۔ اگرچہ ہم اپنے اصل موضوع سے کچھ ہٹ رہے ہیں لیکن اِس سوال کا جواب بہت سے لوگوں کے لیے مفید اور اہم رہے گا۔ لہٰذا عرض یہ ہے کہ امریکی نظام کا یہ ایک طے شدہ لیکن غیر تحریری حصہ ہے کہ جب خفیہ ایجنسیاں یا خود حکومت سمجھتی ہے کہ فلاں ملک کے سربراہ سے نجات امریکی مفادات کا تقاضا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اُسے موت کی نیند سلائے بغیر ہدف کا حصول ممکن نہیں تو خفیہ ایجنسی کو اُس شخص کو راستے سے ہٹانے کا ٹارگٹ دیا جاتا ہے اِس کام کی منظوری تو صدر دیتا ہے لیکن خود صدر کو بھی یہ اختیار نہیں ہوتا کہ وہ اپنی اِس ایجنسی سے پوچھے کہ یہ کام سرانجام دینے کا طریقہ کیا ہوگا اور اِس شخص کو راستے سے ہٹانے کے لیے کیا ذرائع اختیار کیے جائیں گے۔ صدر ضیاء الحق بہاولپور میں دفاعی

مشقوں کے معائنے کی ایک تقریب میں شرکت کرنے کے بعد واپس آتے ہوئے فضائی حادثے میں ہلاک ہوئے۔ امریکی سفیر کو بھی اس تقریب میں شرکت کرنے جانا تھا امریکی خفیہ ایجنسی نے اپنے سفیر کے لیے الگ جہاز کا انتظام کیا تاکہ اُنھیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔ ظاہر ہے اُنھیں اُس جہاز پر جانا تھا تو واپس بھی اُسی پر آنا تھا لیکن جس کی موت جس طرح لکھی جا چکی ہو وہ ہونی ہو جاتی ہے۔ واپسی پر امریکی سفیر اپنے جہاز کی طرف بڑھے تو صدر ضیاء الحق امریکی سفیر کا بازو تھام کر اصرار کے ساتھ اُنھیں اپنے جہاز میں لے آئے۔ کوئی تدبیر کیا کر سکتی تھی جبکہ تقدیر اُن کا انجام یوں طے کر چکی تھی۔ ’’تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ‘‘ کی ضرب المثل یہاں پوری طرح منطبق ہوتی ہے۔

بہرحال ضیاء الحق کا دور ختم ہوا تو پاکستان کا سیاسی نظام ایک تماشا بن گیا۔ نواز شریف جو جنرل ضیاء الحق کے معنوی پسماندگان میں سرِفہرست تھے، وہ اُن کے صلبی فرزند کو پچھاڑ کر ضیاء الحق کے جانشین بنے اور چند سال تک 17 اگست کو اُن کی قبر پر حاضری دے کر یہ دعا مانگتے رہے اور اِس عزم کا اظہار بھی کرتے رہے کہ وہ ضیاء الحق کا مشن پورا کریں گے۔ بے نظیر اُن کے مخالف کیمپ میں تھیں۔ ضیاء الحق کے بعد پہلے انتخابات میں بے نظیر وزیر اعظم بن گئیں، پھر بے نظیر اور نواز شریف میں اقتدار کی رسہ کشی شروع ہوئی۔ ہم نے دیکھا کہ 1988ء سے 1999ء تک اقتدار میوزیکل چیئر کی طرح گھومتا رہا۔ دو مرتبہ بے نظیر اور دو مرتبہ نواز شریف اِس چیئر کو قابو میں لا کر بیٹھ جانے میں کامیاب ہوئے۔ کبھی نواز شریف اپنی جماعت کے ارکانِ اسمبلی کو چھانگا مانگا میں سیر و تفریح کی آڑ میں قید کر دیتے تھے، کبھی بے نظیر نواز شریف کے خلاف لانگ مارچ کرتی تھیں اور سندھ سے اپنے کارکنوں کو لاہور میں جمع کرتی تھیں۔ اقتدار ایک جھولا بن گیا تھا کبھی بے نظیر جھولا جھولتی تھیں اور نواز اُن کو گرانے کی کوشش کرتے اور کبھی نواز شریف جھولے پر قابض ہو جاتے اور بے نظیر اُنھیں گرانے کی کوشش کرتی تھیں۔ دُکھ کی بات یہ ہے کہ قوم کے یہ دونوں رہنما اپنے مقصد کے حصول کے لیے G.H.Q سے رابطے کرتے اور اُن سے مدد مانگتے تھے۔ گیارہ سال میں سیاسی سطح پر جو قلابازیاں لگائی گئیں اُس سے سیاست دان کمزور ہوئے اور فوجی جرنیل اکڑ خوں ہوتے چلے گئے۔ سیاست دانوں کی اِن حرکات سے جرنیلوں نے سیاسی اور سول حکمرانوں کو اپنا باجگزار سمجھنا شروع کر دیا۔ اِس کے علاوہ جرنیل سیاسی معاملات میں کس طرح مداخلت کرتے رہے۔ اِس کا ذکر فوج کے اپنے دائرہ کار سے تجاوز کے حوالے سے آئندہ آئے گا۔ ان شاء اللہ!

جنرل پرویز مشرف جنھیں نواز شریف نے دوسرے جرنیلوں پر ترجیح دے کر آرمی چیف بنایا تھا، اُنھوں نے اپنے ہی محسن وزیر اعظم نواز شریف کی پیٹھ میں چھرا گھونپا۔ اِس کے لیے اُنھوں نے اپنے فضائی اغوا کو عذر بنایا۔ حقیقت یہ ہے کہ پرویز مشرف کا سیاسی وزیر اعظم کا تختہ اُلٹنا انتہائی غلط اور عذر لنگ کی بنیاد پر تھا۔ جب وزیر اعظم کو آئین آرمی چیف کو ’’ہائر اور فائر‘‘ کرنے کا اختیار دیتا ہے تو اس پر بغاوت کیا معنی رکھتی ہے۔ لیکن ایک بار پھر سیاست دان وزیر اعظم کی حماقت نے پرویز مشرف کو جھوٹا سچا عذر فراہم کر دیا۔ وقت کے وزیر اعظم نے یہ کیوں نہ سوچا کہ اگر پرویز مشرف غیر آئینی اقدام اور بغاوت کا فیصلہ کر ہی چکے ہیں تو اُن کا جہاز پاکستان میں لینڈ کرتا یا بیرونِ ملک اِس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوگا بلکہ اِس طرح وہ پرویز مشرف کو جواز مہیا کر رہے ہیں۔ اِس طرح کی باتیں مشہور ہو گئیں کہ کیپٹن کو کہا گیا تھا کہ جہاز کو بھارت میں لینڈ کر دو جس سے پرویز مشرف کو ایک عمومی ہمدردی حاصل ہو گئی۔ اِس غلط قدم کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ وقتی طور پر پرویز مشرف کے غیر آئینی قدم کو نظر انداز کر کے حکومت کے جہاز کو لینڈ کرنے میں رکاوٹیں ڈالنے پر باتیں کرنے لگے اور پرویز مشرف کے اِس غیر آئینی قدم کے خلاف کوئی عوامی احتجاج نہ ہوا۔

پرویز مشرف نے بھی اسلام آباد پر قبضہ جما کر وہی کام کیا جو اُس سے پہلے تین فوجی طالع آزما کر چکے تھے یعنی وقت کی حکومت کے سیاسی مخالفین کی حمایت حاصل کرنا شروع کر دی۔ PPP کی رہنما بے نظیر بھٹو نے بھی فوجی حکومت کو خوش آمدید کہا۔ یہاں ایک لمحہ رُک کر سوچنے کی ضرورت ہے کہ بے نظیر جو عوامی جدوجہد کی قائل تھیں، جو جمہوریت کو بہترین انتقام کہتی تھیں، جو فوجی حکمرانوں کو اپنے باپ کا قاتل سمجھتی تھیں اُنھوں نے ایک فوجی کے سول حکومت کے خلاف اقدام کو کیوں سراہا؟ اُس کی دو وجوہات ہیں ایک نواز شریف کا بے نظیر کو زِچ کرنے کے لیے عدالتوں کا بے دریغ استعمال کرنا۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی سیاسی تاریخ میں یہ تصویر یقیناً یادگار کے طور پر رہے گی کہ بے نظیر بھٹو اپنے بچے کو گود میں لیے عدالت کے باہر اینٹوں کے ڈھیر پر بیٹھی ہیں۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ جمہوریت کو بہترین انتقام تو کہتی تھیں، لیکن اُن کے قول و فعل میں تضاد تھا وگرنہ سارے مصائب کے باوجود فوجی حکومت کی حمایت نہ کرتیں۔ دوسری طرف نواز شریف کے دستِ راست گجرات کے چودھریوں کی فیملی اِس آڑے وقت میں نواز شریف کا ساتھ چھوڑ کر پرویز مشرف سے جا ملی اور ایک نئی جماعت مسلم لیگ (ق) کی داغ بیل ڈال دی اور یہ لوگ مشرف کو پانچ مرتبہ صدر پاکستان بنانے کا دھڑلے سے اعلان کرنے لگے۔ عمران خان اکثر اپنی 22 سالہ سیاسی جدوجہد کا ذکر کرتے ہیں، لیکن وہ بھی اس وقت مشرف کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو گئے۔ یہ ہے ہمارے سیاست دانوں کی نہ صرف امیچورٹی بلکہ حرصِ اقتدار۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر معروف سیاست دان مشرف کے قریب جانا گوارا نہ کرتے تو مشرف کتنا وقت نکال سکتا تھا۔ (جاری ہے)

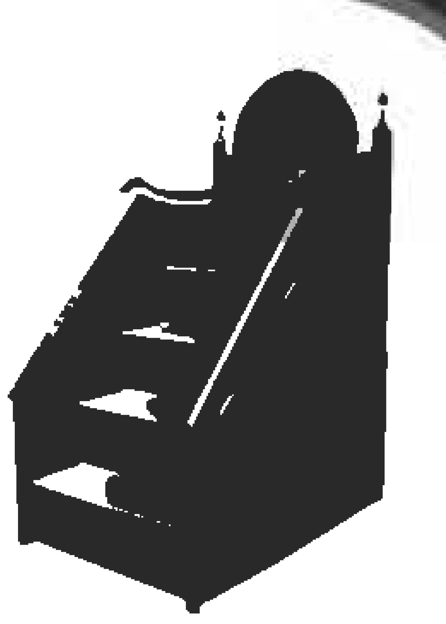

12 ربیع الاول اور سچے اُمتی (II)

(سورۃ الاعراف کی آیت 157 کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 22 اکتوبر 2021ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابو ابراهیم

(گزشتہ سے پیوستہ)

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

گزشتہ جمعہ ہم نے سورۃ الاعراف کی آیت 157 کا مطالعہ شروع کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ''جو اتباع کریں گے رسولِ نبی اُمی (ﷺ) کا اسے پائیں گے وہ لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ انہیں نیکی کا حکم دیں گے، تمام برائیوں سے روکیں گے اور ان کے لیے تمام پاک چیزیں حلال کر دیں گے اور حرام کر دیں گے ان پر ناپاک چیزوں کو، اور ان سے اتار دیں گے ان کے بوجھ اور طوق جو ان (کی گردنوں) پر پڑے ہوں گے۔ تو جو لوگ آپ (ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور آپ (ﷺ) کی تعظیم کریں گے اور آپ کی مدد کریں گے اور پیروی کریں گے اُس نور کی جو آپ ﷺ کے ساتھ نازل کیا جائے گا وہی لوگ ہوں گے فلاح پانے والے۔''

اس میں نبی اکرم ﷺ کا امت کے لیے رحمت خاص ہونے کا ذکر آیا۔ پھر آپ ﷺ کی تین ذمہ داریوں کا بیان آیا۔ ان میں دو ذمہ داریوں کا مطالعہ ہم کر چکے ہیں۔ آج ان شاء اللہ ہم اس آیت کا باقی مطالعہ کریں گے۔

حضور ﷺ کی تیسری ذمہ داری کے متعلق فرمایا:

﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ﴾ ''اور ان سے اتار دیں گے ان کے بوجھ اور طوق جو ان (کی گردنوں) پر پڑے ہوں گے۔''

یعنی ظلم، جبر و استبداد و استحصال کا معاملہ ہو، یا کفریہ و شرکیہ عقائد کا بوجھ ہو، جاہلانہ رسومات کا بوجھ ہو، معاشرتی سطح پر ایسی رسومات ہوں جو لوگوں کے لیے بوجھ بن جائیں، یا ظلم کا ایسا نظام کہ جس کی چکی میں پستے پستے غریب عوام جانوروں کی سطح پر یا اس سے بھی کم تر سطح پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائیں اور ایک دوسرا طبقہ عوام کے وسائل پر قابض ہو جائے، یا ایسا طبقاتی نظام ہو جس میں ایک طبقہ دولت بہانے کے نئے نئے بہانے تخلیق کرے جبکہ دوسرے طبقہ کے پاس بنیادی حاجات کو پورا کرنے کے لیے بھی وسائل دستیاب نہ ہوں۔ یہ تمام قسم کے بوجھ جو عوام کے سروں پر پڑے ہیں اور غلامی کے وہ نئے نئے طوق جو عوام کی گردنوں میں پڑے ہیں ان سب سے آزاد کرانا، ان سب سے نجات دلانا بھی نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ چنانچہ اس کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے توحید کی دعوت بھی پیش کی، شرکیہ عقائد اور اعمال کی بھی نفی فرمائی، پھر اس سے آگے بڑھ کر جاہلانہ رسومات کی صورت میں جو بوجھ عوام کے سروں پر پڑا ہوا تھا اس کو ختم کیا۔ اسی طرح سود کی بنیاد پر جو بدترین معاشی نظام عوام پر مسلط تھا اس کے خاتمہ کا اعلان فرمایا۔ بیٹیوں کو بوجھ سمجھا جاتا تھا اور ان کو زندہ درگور کیا جاتا تھا اس ظالمانہ رسم کا خاتمہ کیا، عورت کو عزت اور تکریم دی اور مقام دلایا۔ اسی طرح ہر قسم کی معاشرتی برائیوں کا خاتمہ کیا۔ پھر حضور ﷺ کی 23 برس کی محنت کا سب سے بڑا پہلو نظامِ عدل کا قیام اور نفاذ ہے اور نبی اکرم ﷺ کا یہی مشن تین مرتبہ قرآن حکیم میں بیان ہوا۔

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ (الصف: 9) ''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظامِ زندگی پر۔''

یہ حضور ﷺ کا مشن تھا کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا عطا کردہ نظام قائم ہو، بندے حاکم بن کر نہ بیٹھیں بلکہ بندے اللہ کی نمائندگی کرنے والے ہوں۔ اصلاً تو اللہ کی حاکمیت ہے۔ بندوں کے لیے تو خلافت کا تصور ہے، قرآن حکیم میں تین مرتبہ ذکر آیا:

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ﴾ (یوسف: 40) ''اختیارِ مطلق تو صرف اللہ ہی کا ہے۔''

انسان اللہ کی نمائندگی کرنے کے لیے زمین پر بھیجے گئے ہیں نہ کہ اس لیے کہ وہ دوسروں پر حاکم بن کر بیٹھ جائیں۔ لہٰذا لوگوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر رب کی غلامی میں لانا حضور ﷺ کا اصل مشن رہا۔ اگر کچھ افراد بندوں پر حاکم مطلق اور قابض اور مختارِ اعلیٰ بن کر بیٹھ جائیں تو معاشرے میں ظلم و ناانصافی کا دور دورہ ہوگا، لوگوں کا معاشی، سیاسی اور معاشرتی سطح پر استحصال ہوگا۔ اسی ظلم کے خاتمے اور عدل کے قیام کے لیے رسول اللہ ﷺ کو بھیجا گیا۔ آج یہ اُمت رسول اللہ ﷺ سے عشق کے دعوے تو بہت کرتی ہے لیکن آپ ﷺ کا اصل مشن بھول چکی ہے۔ دین کا یہ پہلو آج اُمت کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہے۔ اسی لیے یہ اُمت ظلم و ستم کا شکار بھی ہے۔ ہم نے دنیا کے فیصلے کرنے تھے، ہم نے دنیا کو لیڈ کرنا تھا، ہمیں لوگوں کی راہنمائی کے لیے پیدا کیا گیا تھا، ہم نے دنیا میں عدل کا نظام قائم کرنا تھا۔

حضور ﷺ سے رب کائنات نے یوں کہلوایا:

﴿وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۖ﴾ (الشوریٰ: 15) ''اور (آپؐ کہہ دیجیے کہ) مجھے حکم ہوا کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔''

پھر اس اُمت سے اللہ کا تقاضا یہ تھا:

’’اے اہل ایمان‘ کھڑے ہو جاؤ پوری قوت کے ساتھ عدل کو قائم کرنے کے لیے اللہ کے گواہ بن کر خواہ یہ (انصاف کی بات اور شہادت) تمہارے اپنے خلاف ہو یا تمہارے والدین کے یا تمہارے قرابت داروں کے۔‘‘ (النساء:135)

گویا اللہ کے دین کو نافذ کرنا حضور ﷺ کا مشن تھا۔ بے شک نماز بھی حضور ﷺ نے سکھائی ہے، حج کے مناسک بھی سکھائے ہیں، نکاح کا طریقہ بھی سکھایا ہے، لباس کے آداب، حقوق العباد بھی بتائے ہیں، روزمرہ کے مسنون اعمال اور دعائیں بھی سکھائی ہیں مگر ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حضور ﷺ طائف میں لہولہان بھی ہوئے ہیں، حضور ﷺ نے روتی آنکھوں کے ساتھ بیت اللہ کو الوداع بھی کہا ہے، حضور ﷺ کا مبارک ترین لہو احد کے میدان میں بہایا گیا تھا، حضور ﷺ نے اپنے 259 صحابہؓ کی جانیں پیش کی ہیں تب قرآن کہتا ہے:

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾﴾ (بنی اسرائیل: 81) ’’اور آپؐ کہہ دیجیے کہ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔ یقیناً باطل ہے ہی بھاگ جانے والا۔‘‘

تمام باطل نظاموں پر حق اور عدل و انصاف پر مبنی نظام کو غالب کرنا حضور ﷺ کا اصل مشن تھا اور ختم نبوت کے بعد یہ اس اُمت کی ذمہ داری تھی۔ لیکن آج اس اُمت نے اس بنیادی ذمہ داری کو فراموش کر دیا ہے اور اسی وجہ سے آج اُمت میں ظلم، استحصال، غلامی اور زوال کا عروج ہے۔ آج اسی اُمت میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کو جینے کا حق نہیں ملتا۔ آج تو شہروں میں بھی جینے کا حق چھینا جا رہا ہے، ظلم و انصافی یہاں بھی بہت ہے لیکن اگر آپ پسماندہ علاقوں میں جا کر دیکھیں جہاں وڈیروں اور جاگیرداروں نے اپنی پرائیویٹ جیلیں بنا رکھی ہیں تو وہاں آپ کو بے چارے غریب ہاری قیدیوں جیسی زندگی گزارتے ملیں گے۔ وہاں ہاریوں کو جینے کا بس اتنا حق ہے کہ وہ صبح اُٹھ کر کام میں لگ جائیں۔ تب ہی اُن کے جسم اور جان کا رشتہ قائم رہ سکتا ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں ایک طبقہ کے کتوں اور گھوڑوں کی خوراکیں باہر کے ممالک سے آتی ہیں اور ان کے کتوں کا علاج بھی امریکہ اور یورپ میں ہوتا ہے جبکہ دوسری طرف آپ سرکاری ہسپتالوں میں چلے جائیں تو عوام رُلتے ہوئے نظر آئیں گے۔ ایک معمولی ٹیسٹ کے لیے ہفتوں انتظار کرنا پڑتا ہے، اس دوران مریض چاہے اللہ کو ہی پیارا ہو جائے۔ کیا اس طبقہ کا حق نہیں ہے کہ اس کا علاج بھی بروقت ہو؟ کیا یہ طبقہ معمولی چیز خریدنے پر بھی ٹیکس ادا نہیں کر رہا؟ اسی طرح جب آپ چوراہے پر رُکتے ہیں تو کچھ بچیاں آکر ہاتھ پھیلاتی ہیں، کچھ وائپر اُٹھائے گاڑیوں کے شیشے صاف کرتی نظر آتی ہیں، اس میں شک نہیں کہ ان میں پیشہ ور لوگ بھی ہوں گے مگر دوسرا پہلو یہ بھی دیکھئے کہ کیا ان غریب بچیوں کو عزت دار گھرانے کی بچیوں کی طرح زندگی گزارنے کا حق کیوں حاصل نہیں ہے؟ اسی طرح ایک غریب مجبوراً اشارہ بھی توڑ دے تو فوراً چالان ہو جائے گا جبکہ اسی ملک میں قوم کا اربوں، کھربوں روپیہ لوٹ کر جو باہر چلے گئے انہیں کوئی نہیں پکڑتا۔ bottom line یہ ہے کہ تم سو پچاس کی ڈنڈی کیوں مارتے ہو، تم ارب کی ڈنڈی مارو گے تو تمہیں پوچھنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ جبکہ دوسرا طبقہ وہ بھی ہے جو بے گناہ جیلوں میں سڑ رہا ہوتا ہے مگر انہیں انصاف نہیں مل پاتا، کئی بے چارے پھانسی چڑھ گئے اور اس کے بعد عدالت نے فیصلہ دیا کہ وہ بے گناہ تھے۔ غریب کے لیے قانون اور ہے امیر کے لیے قانون اور ہے۔ جبکہ حضور ﷺ نے جو نظام قائم کر کے اس اُمت کو دکھایا تھا اس میں عدل و انصاف کا تقاضا کیا تھا؟ لوگوں نے سفارش کی کہ فلاں عورت معزز گھرانے کی ہے اسے چوری کی سزا نہ دی جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا چہرہ انور سرخ ہوا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پچھلی قومیں اس لیے ہلاک اور برباد ہوئیں کہ بڑا جرم کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے اور چھوٹا جرم کرتا تو اس کو سزا دیتے تھے۔ جان لو بالفرض محال اگر میری لخت جگر فاطمۃ الزہرہؓ نے بھی چوری کا ارتکاب کیا ہوتا تو اس کے بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا۔‘‘

پریس ریلیز 5 نومبر 2021ء

شکست خوردہ قوتیں افغانستان میں بدترین دہشت گردی کا ارتکاب کر رہی ہیں

شجاع الدین شیخ

شکست خوردہ قوتین افغانستان میں بدترین دہشت گردی کا ارتکاب کر رہی ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے کابل کے ایک ہسپتال پر حالیہ دہشت گرد حملہ کی مذمت کرتے ہوئے کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ جب سے افغانستان میں طالبان کی حکومت بنی ہے دہشت گردی کے پے در پے واقعات رونما ہو رہے ہیں اور اِن سب سانحات کی داعش نے ذمہ داری قبول کی ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ امریکہ کے سابق صدر ٹرمپ اور دوسرے کئی اعلیٰ عہدہ دار یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ داعش درحقیقت خود امریکہ نے بنائی تھی۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر امریکہ اِس خونریزی سے باز نہ آیا تو دہشت گردی کو دنیا بھر میں پھیلنے سے روکنا مشکل ہو جائے گا۔ امریکہ جو آگ افغانستان میں بھڑکانے کی کوشش کر رہا ہے اِس میں اُس کے اپنے پاؤں بھی جل سکتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ امریکہ کو افغانستان میں اپنی شکست قبول کر کے اب اپنی سوچ کو بدلنا چاہیے۔ اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ منفی اور تخریبی سوچ دنیا کے امن کو تباہ و برباد کر دے گی۔ اُنھوں نے کہا کہ افغانستان میں امن ایشیا میں امریکہ کے اتحادیوں کے لیے بھی سودمند ثابت ہوگا۔ اُنھوں نے اِس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ پاکستان، ایران، چین، ترکی اور روس جو خود کو افغانستان کا وکیل ظاہر کرتے ہیں خود افغان طالبان کی حکومت کو تسلیم کیوں نہیں کرتے۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر تمام مسلمان ممالک افغان طالبان کی حکومت کو تسلیم کر لیں تو امت مسلمہ کے دشمنوں کے لیے بھی افغان طالبان کی حکومت کے خلاف کوئی اقدام آسان نہ ہوگا۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

یہ عدل کا نظام تھا جو حضور ﷺ نے قائم کر کے دکھایا تھا جس میں امیر غریب کے لیے ایک جیسا انصاف، ایک جیسا قانون اور مساوی حقوق سب کو حاصل تھے۔

آج ہم جمعہ کا خطاب، دروس قرآن سمارٹ فون میں سن لیتے ہیں اور بڑے آرام سے بیٹھ جاتے ہیں لیکن بہت سے لوگ جن کو دو پہر کا کھانا بھی دستیاب نہیں ہے کیا ہم ان سے توقع کر سکتے ہیں کہ وہ بھی روحانیت کی اعلیٰ ترین زندگی گزار رہے ہوں گے۔ یہ ایک مشکل بات ہے۔ حدیث میں ذکر ہے:((کاد الفقر ان یکون کفرا)) قریب ہے کہ یہ فقر تنگدستی انسان کو کفر کی طرف نہ لے جائے۔ اس سے سمجھیں کہ اس وقت انسانیت کی سب سے بڑی ضرورت عدل کا نظام ہے اور عدل کا نظام العادل ذات یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے نفاذ کے نتیجے میں قائم ہوتا ہے۔ اسی لیے محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا گیا۔ ختم نبوت کے بعد عدل کے نظام کے قیام کی ذمہ داری اس اُمت کے کندھوں پر ہے۔ لیکن ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم نے سال میں ایک دن حضور ﷺ کے نام سے منا لیا، اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟

کیا حضور ﷺ سے اس اُمت کا تعلق ایک دن کا یا ایک مہینہ کا ہونا چاہیے؟ پھر کیا حضور ﷺ سے ہمارا تعلق فقط دعوے تک محدود ہونا چاہیے یا اُمتی ہونے کا عملی ثبوت بھی ہونا چاہیے؟ حضور ﷺ سے صرف محبت کا اظہار کافی ہے یا حضور ﷺ کی سنت کی پیروی بھی ضروری ہے؟

یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانک ڈھونڈنے کی ضرورت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم حضور ﷺ کے مشن پر چل کر دکھائیں گے، آپ ﷺ کی پیروی میں عدل کا نظام قائم کرنے کی جدوجہد کریں گے تو آپ ﷺ سے محبت اور عقیدت ثابت ہوگی؟ اسی لیے آگے فرمایا:

''تو جو لوگ آپ (ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور آپ (ﷺ) کی تعظیم کریں گے اور آپ کی مدد کریں گے اور پیروی کریں گے اُس نور کی جو آپ ﷺ کے ساتھ نازل کیا جائے گا وہی لوگ ہوں گے فلاح پانے والے۔''

(الاعراف:157)

یہاں حضور ﷺ کے تعلق سے چار باتوں کا ذکر ہے کہ اگر کامیاب ہونا چاہتے ہو تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر ایمان ضروری ہے۔ اہل علم نے ایمان کی تعریف یہ بیان کی ہے: تصدیق بما جاء بہ النبی ﷺ۔ یعنی وہ صاحب ایمان ہوگا جو حضور ﷺ کو اللہ کا آخری رسول مانے اور ان کی بتائی ہوئی ہر خبر کی تصدیق کرے۔ پھر قرآن ایمان والوں سے کہتا ہے ایمان لاؤ۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ﴾

(النساء:136) ''اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اُس کے رسول پر۔''

قرآن حکیم کا یہ عجیب مقام ہے کہ ایمان والوں سے ایمان کا تقاضا کیا جارہا ہے۔ یعنی اقرار باللسان کافی نہیں تصدیق بالقلب بھی لازمی ہے۔ اور جب ایمان دل میں ہوتا ہے عمل ثبوت پیش کر رہا ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے: مومن وہ ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔ اس کے شب و روز، اس کے معاملات، اس کے کردار، اس کی گفتار، اس کے رویے سے پتا چلے گا کہ اللہ کو ماننے والا ہے۔ اس کی تشریح میں فرمایا گیا کہ امتی کون ہوگا جسے دیکھ محمد مصطفی ﷺ یاد آئیں، کردار بتائے گا کہ یہ امتی ہے، رویے بتائیں گے یہ امتی ہے، معاملات بتائیں گے کہ یہ امتی ہے۔

آج معاملات، رویے اور کردار کا جائزہ لے لیں۔ ہمارے ہاں جب شادی بیاہ کا سماں ہوتا ہے اور اُس میں جو بے پردگی، ناچ گانا، غیر اسلامی رسومات کی بھرمار اور شریعت کی دھجیاں اُڑائی جاتی ہیں اُسے دیکھ کر کیا لگتا ہے کہ کسی امتی کی شادی ہو رہی ہے؟ اسی طرح منافق کی چار نشانیاں اللہ کے رسول ﷺ نے بتائیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو توڑے، امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے، جھگڑا ہو جائے تو گالی دے۔ کیا آج یہ چاروں خصلتیں ہمارا قومی مزاج نہیں بن گئیں؟ کیا یہ امتی کی صفات ہیں؟ یہ تو منافقین کی صفات ہیں۔ ہم امتی بھی ہیں نمازیں بھی ضائع کر رہے ہیں۔ امتی بھی ہیں ماں باپ سے سینہ تان کر باتیں کرتے ہیں، امتی بھی ہیں سود کا لین دین بھی کر رہے ہیں، امتی بھی ہیں آمدن میں حرام بھی آجاتا ہے، بے پردگی بھی چل رہی ہے، ناچ گانے بھی چل رہے ہیں، رشوت خوری بھی چل رہی ہے۔ اس کو ایمان لانا نہیں کہتے بلکہ ایمان وہ ہے جس کا ثبوت عمل پیش کرے۔ دوسری بات یہ بیان ہوئی کہ: ''اور (جو) آپ (ﷺ) کی تعظیم کریں گے''۔

حضور ﷺ کی محبت بھی ہم پر لازم ہے اور تعظیم بھی۔ اس حوالے سے سورۃ الحجرات کی حساس ترین آیت میں ہے:

''اے اہل ایمان! اپنی آواز کبھی بلند نہ کرنا نبی (ﷺ) کی آواز پر اور نہ انہیں اس طرح آواز دے کر پکارنا جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بلند آواز سے پکارتے ہو مبادا تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔''

یہ ہے حضور ﷺ کے ادب و احترام کا معاملہ کہ آواز بھی آپ ﷺ کی آواز سے اونچی ہو جائے تو تمام اعمال برباد ہو جائیں گے جبکہ حضور ﷺ کی سنت کا سرے سے انکار کرے، حضور ﷺ کی سنتوں کا مذاق اڑائے تو وہ کیسا اُمتی ہے؟ یہ کہنا کہ جدید دور، جدید تقاضے ہیں آج فلاں فلاں سنت پر عمل نہیں ہوسکتا، یہ بھی بے ادبی اور گستاخی ہے۔ تمام معروف مکاتب فکر کے علماء اس پر متفق ہیں کہ حضور ﷺ کی نعت بھی کہی جائے تو وقار کا انداز ہونا چاہیے۔ کہاں یہ کہ آج گانوں کے طرز پر نعتیں پڑھی جارہی ہیں اور بازاری انداز اختیار کیا جائے، اس سے بڑی بے ادبی کیا ہوگی؟ تیسری بات یہ بیان ہوئی کہ: ''اور آپؐ کی مدد کریں گے''۔

کس بات میں مدد؟ یاد رکھیے! امتی وہی کہلانے کا مستحق ہے جو امت والا کام کرے اور امت اگر چند اذکار، چند نوافل، چند درود و سلام کے نذرانوں اور چند دعاؤں تک محدود ہو کر رہ جائے تو یہ امت کا تصور نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اُمت صرف چند انفرادی اعمال کے لیے کھڑی نہیں کی گئی بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اُمت کی دہری ذمہ داری ہے کہ خود نمونہ بن کر دنیا کو دکھائے اور اللہ کا دین بالفعل دنیا کے سامنے پیش کرے۔ تب آپ ﷺ کی مدد و نصرت کا تقاضا پورا ہوگا۔ چوتھی بات یہ بیان ہوئی کہ:

''اور پیروی کریں گے اُس نور کی جو آپ ﷺ کے ساتھ نازل کیا جائے گا''۔ (الاعراف:157)

قرآن مجید کے بھی حقوق ہیں۔ اس پر ایمان، تلاوت، سمجھنا، اس کے مطابق عمل کرنا، اس کا نفاذ اور اس کی تبلیغ 'یہ قرآن پاک کے حقوق ہیں۔ لیکن یاد رکھیے! قرآن مجید صرف تلاوت کے لیے نہیں آیا، یہ اپنے احکام کا نفاذ چاہتا ہے۔ حضور ﷺ نے صرف اللہ کا پیغام ہی نہیں پہنچایا بلکہ پورا نظام قائم کر کے دکھایا۔ لہٰذا اتباع قرآن کا تقاضا یہ بھی ہے کہ قرآن کے احکام کے نفاذ کی جدوجہد کی جائے۔ آخر میں فرمایا: ''وہی لوگ ہوں گے فلاح پانے والے''۔

اُمت میں سے جو لوگ مندرجہ بالا تقاضوں کو پورا کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فرائض کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

12

حضورِ رسالت _ 8 _ (IV)

دریں وادی زمانی جاودانی
ز خاکش بے صوَر روید معانی!
حکیماں با کلیماں دوش بر دوش
کہ ایں جا کس نگوید 'لَنْ تَرَانِی'!

ترجمہ اس وادی (مدینہ منورہ) میں زمانی کو ہمیشگی حاصل ہوتی ہے اس کی خاک سے بغیر صورت کے معانی پیدا ہوتے ہیں (مراد روضہ رسول ﷺ کی زیارت سے ایسا فیضان ملتا ہے جس کی لذت ہمیشہ سرور عطا کرتی ہے)۔

یہاں باحکمت لوگ (فلاسفر) اور اللہ سے کلام کرنے والے برابر ہیں کیونکہ اس جگہ کسی کو "لَنْ تَرَانِی" (تو مجھے نہیں دیکھ سکے گا) نہیں کہا جاتا۔

تشریح

ایک مسلمان کو مدینہ منورہ میں حاضری نصیب ہو جائے تو یہ ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ اس سے عام مسلمان کو بھی ایک طرح کا جذبہ اور خاص کیف حاصل ہوتا ہے زمانہ سمٹ جاتا ہے، آج سے چودہ صدیاں پہلے کا دورِ نبوت اور دورِ خلافت راشدہ سامنے آجاتا ہے، امت مسلمہ کے سارے احوال اور سیرت النبی ﷺ کے واقعات نظروں کے سامنے گھومنے لگتے ہیں، صحابہ کرام کی زندگیاں نگاہوں میں بس جاتی ہیں، مدینے پہنچ کر گویا انسان اپنے آپ کو دورِ صحابہ میں محسوس کرنے لگتا ہے اور ابھی حضرت محمد ﷺ کا دورِ نبوت و رسالت قیامت تک جاری رہے گا اربوں آئیں گے کچھ اس آسمانی ہدایت قرآن مجید سے فائدہ اٹھائیں گے اور کچھ محروم رہیں گے۔ یہ سارے ماضی و حال و مستقبل انسان کی نگاہوں میں سمٹ آتا ہے اور یوں انسان اپنے آپ کو بیک وقت ماضی، حال اور مستقبل میں محسوس کرتا ہے اپنی مسلمانی پر ناز کرتا ہے اور جاودانی ہو جاتا ہے۔ یہاں حرمِ مدنی میں حاضری سے ایسا جذبہ اور حوصلہ ملتا ہے کہ مسلمان کو اپنے قسمت پہ ناز ہونے لگتا ہے۔ یہاں کی حاضری سے بغیر صورت کے معانی پیدا ہو جاتے ہیں۔ زائرین دنیا کے مسلمان ممالک کے کونے کونے سے آکر باہم ملتے ہیں مسلمان ہونے کے ناطے شیر و شکر ہو جاتے ہیں، اپنائیت محسوس کرتے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کے اُمتی ہونے کی حیثیت سے احساسِ یگانگت میسر آتا ہے، جذبوں کو جلا ملتی ہے اور اسلام و قرآن سے نیا تعلق استوار ہوتا ہے۔ یہاں سیانے، دانا اور رہنما مسلمان عوام کے جلو میں درویشوں اور اللہ والوں سے مل جل کر ایک ہو جاتے ہیں کہ یہاں کسی کو یہ صدا نہیں ملتی کہ 'تو مجھے نہیں دیکھ سکتا'۔ حضرت محمد ﷺ اپنے تمام مخلص اُمتیوں پر نظر رکھتے ہیں۔

حضورِ رسالت _ 9 _ (I)

مسلماں آں فقیرِ کج کلاہے
رمید از سینۂ او سوزِ آہے
دلش نالد! چرا نالد؟ نداند
نگاہے یا رسولؐ اللہ نگاہے!

ترجمہ وہ مسلمان جو فقیری میں بھی بادشاہ ہے یعنی فقیری میں بھی اللہ کے سوا ہر ایک سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اس کے سینے سے آہ (دین اسلام کی محبت) کا سوز مٹ گیا ہے۔ اس کا دل آہ و فریاد کر رہا ہے وہ نہیں جانتا کہ (اس کا دل) کیوں آہ و فریاد کر رہا ہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! ایک نگاہِ کرم کر کے اس کی تقدیر بدل دیجیے۔

تشریح مسلمان ہونا حقیقتاً ایک قابل فخر بات ہے اور ہر مسلمان جو سچا مسلمان ہے بظاہر درویش ہو سادہ مزاج ہو مگر حقیقت میں وہ بادشاہ و حکمران ہے اور دنیاوی بادشاہوں سے زیادہ شان والا ہے۔ وہ دنیادار بادشاہوں اور حکمرانوں کو بھی وہ عزت نہیں دیتا جو یہاں حرمِ مدنی میں ایک حقیقی مسلمان درویش کی ہو سکتی ہے۔ یہاں تو مسلمان بادشاہ اور حکمران بھی جھاڑو دینے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ کبھی ماضی میں ایسے مسلمان بہت تھے مگر اب ایسے مخلص اور حقیقی مسلمان نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مسلمان کے دل سے اسلام کا درد، مسلمانوں کا درد اور امت مسلمہ کے حالات پر آہ و زاری کا جذبہ ماند پڑ گیا ہے۔ مسلمان عالمی حالات سے واقف نہیں مگر اس کا دل اسلام اور مسلمانوں کی کسمپرسی اور بے توقیری و غلامی پر کڑھتا ہے اور روتا ہے۔ کیا روتا ہے؟ کیوں روتا ہے؟ اس کو وہ سمجھ اور سمجھا نہیں سکتا۔

اے میر کارواں! یا رسول اللہ! امت مسلمہ کے عام مخلص مسلمانوں پر نظر کرم کریں اور ان میں اللہ کی محبت اور رسول ﷺ کی محبت کا وافر جذبہ عام کر دیں تا کہ امت مسلمہ کی غلامی کا دور ختم ہو سکے۔

علامہ اقبال نے نظم شکوہ میں عام مسلمان کا یہ احساس زیاں یوں بیان فرمایا ہے:

بنی اغیار کی اب چاہنے والی دنیا
رہ گئی اپنے لیے ایک خیالی دنیا!
ہم تو رخصت ہوئے اوروں نے سنبھالی دنیا
پھر نہ کہنا ہوئی توحید سے خالی دنیا!
ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے، جام رہے؟

بھارت کی جارحانہ پالیسی اور غاصبانہ سوچ اُسے ہر صورت جنگ پر اُکسا رہی ہے اور اگر جنگ ہوئی تو یہ صرف بھارت اور پاکستان کی جنگ نہیں رہے گی بلکہ پوری دنیا کو لپیٹ میں لے سکتی ہے: ایوب بیگ مرزا

بھارتی حکومت کے اقدامات اور بیانات سے لگتا ہے کہ وہ مقبوضہ کشمیر میں End Game کی طرف جا رہی ہے: رضاء الحق

میزبان: ڈاکٹر محمد حبیب

مقبوضہ کشمیر میں بدلتی صورتحال کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

سوال: انسانی حقوق کی تنظیم کے مطابق ماہ اکتوبر میں بھارتی فوج نے 40 سے زائد کشمیری مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ کشمیر میں بھارتی مظالم آئے روز بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ کیا یہ اس کی end game ہے؟

رضاء الحق: 27 اکتوبر 1947ء کو انڈیا نے جموں پر حملہ کر کے کشمیر کے بہت بڑے حصے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد کی مقبوضہ کشمیر کی تاریخ بھارتی مظالم سے بھری پڑی ہے۔ BJP کے حالیہ دور حکومت میں یہ مظالم اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔ اس نے کشمیر سے متعلق آئین کی شقوں 370 اور 35-A کو ختم کر کے کشمیر کی خصوصی حیثیت بھی ختم کر دی اور اس کے بعد مقبوضہ کشمیر کو جیل میں بدل دیا۔ اس سے پہلے بھی بھارتی حکومتوں نے کشمیر میں مظالم ہی کیے ہیں۔ اس معاملے میں مغربی ممالک اور انسانی حقوق کی تنظیم کا طرز عمل یہ رہا ہے کہ انہوں نے انڈیا پر بعض معاملات میں صرف تنقید کی ہے کہ وہ کشمیری مسلمانوں پر ظلم کر رہا ہے لیکن آج تک ایک بھی عملی قدم نہیں اُٹھایا۔ مسلمان ممالک نے تو بھارتی مظالم پر مجرمانہ خاموشی اختیار کیے رکھی۔ اس وقت کشمیر میں تقریباً نو لاکھ بھارتی فوج موجود ہے جس کی وجہ سے جموں اور وادی میں مظالم بہت بڑھ گئے ہیں۔ جب سے انہوں نے کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کی ہے اس کے بعد سے اب تک وہاں کرفیو نافذ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کشمیریوں کی نسل کشی بھی جاری ہے، تشدد اور ریپ وغیرہ کو بھارتی فوج جنگی ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہی ہے یہ حقیقت عالمی رپورٹس میں بھی سامنے آچکی ہے۔ پھر ڈیموگرافک چینج کا پراسس بھی بھارتی حکومت نے وہاں شروع کیا ہوا ہے جس کے تحت ہندوؤں کو کشمیر میں آباد کیا جا رہا ہے اور ان کو ملازمتیں اور عہدے بھی دیے جا رہے ہیں۔ ماہ اکتوبر میں کشمیر میں بہت سے لوگوں کو شہید کیا گیا جس کو عالمی میڈیا نے بھی رپورٹ کیا لیکن بھارتی میڈیا اس پر خاموش ہے۔ بظاہر دیکھا جائے تو انڈین سیاستدان اور عسکری لیڈرشپ

مرتب: محمد رفیق چودھری

کے بیانات سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ بھارت وہاں end game کی طرف جا رہا ہے۔ اس حوالے سے درج ذیل حقائق بہت اہم ہیں:

1۔ انڈیا کشمیر کی زمین سے دلچسپی رکھتا ہے کشمیری لوگوں سے نہیں۔ یہ انڈیا کے اعلیٰ فوجی عہدیدار بھی کہہ چکے ہیں کہ وہاں کوئی انسان زندہ رہے یا نہ رہے ہمیں ہر صورت میں کشمیر کی سرزمین چاہیے۔ اس لیے بظاہر نظر یہی آ رہا ہے کہ وہ وہاں نسل کشی کی مہم شروع کر رہے ہیں۔

2۔ کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ انڈیا نے کشمیر کو اپنے اندر ضم کر لیا ہے۔ حالانکہ یہ عالمی قوانین کی کھلی خلاف ورزی ہے لیکن نہ تو اس پر مسلمان ممالک آواز اُٹھاتے ہیں اور نہ ہی عالمی فورم پر انڈیا کے اس اقدام کو چیلنج کیا جاتا ہے۔ حالانکہ عالمی قوانین کے مطابق یہ متنازعہ علاقہ ہے۔ اس کے بعد کشمیریوں کی نسل کشی، ہندو آبادکاری، ڈیموگرافک چینج وغیرہ وہ فیکٹرز ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بھارت ہر حالت میں کشمیر کو بھارت کا حصہ بنانے جا رہا ہے۔

سوال: سننے میں آ رہا ہے کہ بھارت کو کشمیر میں گوریلہ وار کی وجہ سے بڑا ٹف ٹائم مل رہا ہے۔ کیا ان خبروں میں کوئی صداقت ہے یا انڈیا خود ہی ایسی خبریں پھیلا رہا ہے تاکہ کوئی false flag آپریشن کر سکے؟

ایوب بیگ مرزا: انڈیا نے 2004ء میں ہی LOC پر باڑ لگانی شروع کر دی تھی اور 740 کلومیٹر طویل LOC میں سے 550 کلومیٹر پر تو بہت جلد باڑ لگا لی تھی۔ 2017 میں اس کو اس طرح اپ گریڈ کیا کہ کوئی بھی داخل نہ ہو سکے۔ اب یہ باڑ ڈبل لگائی جا رہی ہے۔ پھر اس باڑ کو الیکٹریفائی بھی کیا جا رہا ہے۔ خود انڈیا کہتا ہے کہ ہم نے ایل او سی کا نوے فیصد حصہ ایسا کر دیا ہے کہ کوئی شخص داخل نہیں ہو سکتا اور دوسری طرف یہ بھی کہتا ہے کہ پاکستان درانداز بھیج رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب کسی حکومت پر انتہا پسندی غالب آ جائے تو پھر فہم و فراست ساتھ چھوڑ جاتی ہے۔ یہی حال اس وقت بھارت کا ہے۔ ایک طرف بھارتی حکومت خود دعویٰ بھی کر رہی ہے کہ ایل او سی پر اس قدر جدید ٹیکنالوجی استعمال کی جا رہی ہے کہ پتا بھی ہلے تو پتا چل جاتا ہے دوسری طرف پاکستان پر دراندازی کا الزام بھی لگا رہی ہے۔ اصل میں ایسی خبریں پھیلانے کے دو مقاصد ہو سکتے ہیں:

1۔ پاکستان کو ایک دفعہ پھر بدنام کیا جائے کہ پاکستان دوسرے ملکوں میں دہشت گردی ایکسپورٹ کرتا ہے۔

2۔ کشمیر میں مقامی حریت پسندوں کو بدنام کیا جائے کہ یہ باہر کے لوگ ہیں اور بیرونی ہاتھ ان کو کنٹرول کرتا ہے۔ فیک نیوز کو استعمال کرنا بھارت کا پرانا وطیرہ ہے۔

افغانستان میں جو کچھ یہ کرتے رہے ہیں وہ سارا کچھ فیک نیوز کی بنیاد پر ہی کرتے رہے ہیں۔ اصل میں یورپ اور امریکہ تلے ہوئے ہیں کہ امت مسلمہ کو تباہ و برباد کیا جائے اس کے لیے وہ بھارت کو بطور ٹول استعمال کر رہے ہیں اور بھارت بطور ٹول استعمال ہوتا ہے۔ اسی لیے عالمی طاقتیں بھارت کے جھوٹے پروپیگنڈے پر بھی یقین کر لیتی ہیں بلکہ اُسے آگے بڑھاتی ہیں۔

سوال: امریکہ افغانستان میں اپنی ناکامی کا الزام پاکستان پر لگا رہا ہے، اسی طرح بھارت بھی کشمیر کے معاملے میں پاکستان پر الزام لگا رہا ہے۔ کیا واقعی ان الزامات میں کوئی صداقت ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جہاں تک افغانستان کا معاملہ ہے تو پاکستان افغانستان میں ہونے والے واقعات سے پوری طرح متاثر ہوتا تھا اور مکمل طور پر آن بورڈ رہا۔ یہاں تک کہ پاکستان اس ایشو پر امریکہ کے سامنے بھی کھڑا ہو گیا کہ بھارت کو افغانستان میں دخل اندازی کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ افغانستان کے حوالے سے پاکستان نے ایک مضبوط سٹینڈ لیا لیکن کشمیر کے حوالے سے مشرف کی حماقتوں کی وجہ سے ہمیں کافی بیک فٹ پہ جانا پڑا۔ کیونکہ بھارت کے ساتھ عالمی طاقتیں ہیں اور ہم اقتصادی لحاظ سے اپنے قدموں پر کھڑے نہیں ہیں لہٰذا آزاد خارجہ پالیسی ہم اپنا نہیں سکتے۔

سوال: بھارت کی یہ تاریخ رہی ہے کہ وہ اپنے ہاں کے کسی واقعہ کا ذمہ دار پاکستان کو ٹھہرا کر کہتا ہے کہ ہم پاکستان سے بدلہ لینے جا رہے ہیں۔ بھارتی فوجیوں کی کشمیر میں حالیہ اموات کے بعد بھی بھارت کا یہی موقف ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ جو فوجی کشمیر میں مرے ہیں ہو سکتا ہے کہ مجاہدین نے انہیں جہنم واصل کیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انڈیا اپنے فوجی خود مار کر پاکستان پر الزام لگا رہا ہو اور اس کی آڑ میں کوئی false flag ڈراما رچانا چاہتا ہو۔ جس طرح اس نے بالاکوٹ پر سرجیکل سٹرائیک کا ڈراما کیا تھا لیکن پھر اللہ کے فضل سے پاکستان کی فضائیہ نے اس کا منہ توڑ جواب دیا اور دنیا نے بھارت کی ایسی سبکی بھی دیکھی کہ گرفتار پائلٹ ابھی نندن نے کہا کہ Tea was fantastic۔ بھارت کس طرح فالس فلیگ کرتا ہے اس کی ایک مثال خود بھارت کا ایک ریٹائرڈ نیول چیف انیل کمار چاولہ اپنی کتاب میں یوں پیش کرتا ہے کہ ہم نے پاکستان کو دولخت کرنے کا منصوبہ 1965ء کی جنگ کے بعد ہی شروع کر دیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ہم نے 1971ء کی جنگ چھڑنے سے 9 ماہ پہلے بھارت کا ایک جہاز ''کشمیریوں'' کے ذریعے اغواء کرا کے پاکستان پہنچا دیا۔ اس کے ردعمل میں انڈیا نے مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان ڈائریکٹ ہوائی سروس بند کر دی کہ ہمارا جہاز کیوں اغوا کیا گیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مغربی پاکستان مشرقی پاکستان میں مزید فوج اور اسلحہ نہ بھیج سکے۔ اس دوران پاکستان کو سری لنکا کی طرف سے بڑا لمبا سفر کر کے مشرقی پاکستان کمک پہنچانی پڑ رہی تھی۔ یہ انڈیا کا پرانا طرز عمل ہے کہ وہ جنگ کی فضا ہموار کرنے کے لیے خود اس طرح کے فالس فلیگ آپریشن کرتا ہے۔ اس وقت بھی کشمیر میں جو کھیل وہ کھیل رہا ہے اس سے لگتا یہی ہے کہ وہ جنگ کی تیاری کر رہا ہے۔

اگر بھارت یہ کہتا ہے کہ کشمیر میں سب اچھا ہے تو کرفیو ہٹائے اور پھر بھارت کا کوئی سیاستدان وادی میں جلسہ کر کے دکھائے!

سوال: بھارت کے وزیر داخلہ امیت شاہ کا کہنا ہے کہ ہم 370 اور 35-A بحال کر دیں گے لیکن اس سے پہلے ہم کشمیر میں ڈی لیمیٹیشن کریں گے۔ کیا بھارت کشمیر میں اسرائیلی پلان نافذ کر رہا ہے اور اگر وہ اس میں کامیاب ہو گیا تو پھر کشمیر میں کیا ردعمل آئے گا؟

رضاء الحق: کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کرنے کے بعد بھارتی وزیر داخلہ کا یہ پہلا دورہ تھا۔ اس میں اس نے کہا کہ ہم جموں و کشمیر میں نئی حلقہ بندیاں کروائیں گے اور اس کے بعد انتخابات کروائیں گے اور اس کے بعد خصوصی حیثیت اور اختیارات دوبارہ بحال کر دیں گے۔ لیکن یہ ایک دھوکا ہے کیونکہ نئی حلقہ بندیاں کرنے کے بعد کشمیر پہلے جیسا کشمیر رہے گا ہی نہیں۔ وہاں ہندو آبادی اثر انداز ہو گی اور نام نہاد انتخابات کے بعد وہاں انڈیا کی ایک ریاست کے طور پر حقوق دیے جائیں گے کیونکہ کشمیر بھارت میں ضم ہو چکا ہوگا۔ بھارت اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں بھی یہی کہہ چکا ہے کہ کشمیر اب بھارت میں ضم ہو چکا ہے اور اب پاکستان کے ساتھ اس مسئلے پر بات نہیں ہو گی۔ پاکستان نے بھی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں ایک ڈوسیئر پیش کیا تھا لیکن وہ صرف ریکارڈ کے لیے ہوتا ہے اس پر عالمی برادری کوئی ایکشن نہیں لے گی۔ امیت شاہ کے منصوبے کو دیکھیں تو ہمیں اس میں اسرائیلی ماڈل کی جھلک نظر آتی ہے۔ کیونکہ اسی ہفتے اسرائیل نے اعلان کیا ہے کہ یروشلم میں یہودیوں کی دو ہزار بستیاں موجود ہیں اور اب 1300 بستیاں مزید بسائی جائیں گی۔ دنیا جو مرضی کہتی رہے انہوں نے وہ بستیاں بسانی ہیں۔ ان کے بقول ہٹلر نے یہودیوں کے ساتھ بڑا ظلم کیا تھا اس لیے یہودی دنیا کے مظلوم ترین لوگ ہیں لہٰذا ان کا یروشلم میں رہنے کا حق ہے۔ اسی بہانے سے اسرائیل مسلمانوں کو یروشلم سے نکال رہا ہے، ان کی زمینوں پر قبضے کر کے یہودیوں کو وہاں آباد کر رہا ہے۔ یہی کارڈ بھارت بھی کھیل رہا ہے کہ پاکستان کشمیر میں دراندازی کر رہا ہے اور اسی بہانے سے کشمیر میں مسلمانوں کی نسل کشی کر کے وہاں ہندوؤں کو بسا رہا ہے۔ یہ باتیں عالمی رپورٹس میں آ چکی ہیں۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی 2019-20-21ء کی رپورٹس میں واضح کہا گیا ہے کہ کشمیر میں ڈیموگرافک چینج ایک خطرے کی بات ہے۔ جہاں تک اس کے ردعمل کی بات ہے تو عالمی سطح پر مسلم اور غیر مسلم ممالک ضرور انڈیا پر تنقید کریں گے لیکن عملی طور پر کوئی انڈیا کے خلاف قدم نہیں اٹھائے گا کیونکہ سٹریٹجک لحاظ سے عالمی طاقتوں کو بھارت کی ضرورت ہے اور مسلم ممالک کے تجارتی تعلقات بھی بھارت کے ساتھ ہیں۔ اندرونی طور پر کشمیر کی سیاسی قیادت کے لیے بھی اب جگہ تنگ ہو جائے گی۔ البتہ کشمیر کی حریت قیادت کو حق حاصل ہے کہ وہ بھارت کے غاصبانہ قبضہ کے خلاف آواز اُٹھائیں یا عسکری مزاحمت کریں کیونکہ عالمی قوانین انہیں اس کی اجازت دیتے ہیں کہ کوئی ان کی سرزمین پر غاصبانہ قبضہ کرتا ہے تو وہ آزادی کی جدوجہد کر سکتے ہیں۔

سوال: بھارت کہتا ہے کہ کشمیر میں سب اچھا ہے لیکن پھر وہاں نو لاکھ فوج رکھتا ہے، پابندیاں لگاتا ہے اور دنیا کو پیغام دینے کی کوشش کرتا ہے کہ کشمیری بھارت کو اپنا دیس

سمجھتے ہیں۔دوسری طرف کشمیری نوجوان شہید ہونے کے بعد پاکستانی پرچم میں دفن ہونا پسند کرتے ہیں۔آپ مستقبل میں کشمیر کی آزادی کی تحریک کو کس رخ پر جاتا دیکھتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: اگر بھارت یہ کہتا ہے کہ کشمیر میں سب اچھا ہے تو میں اس کو چیلنج کرتا ہوں کہ بھارت کا کوئی سیاستدان وادی میں بغیر کرفیو کے جلسہ کرکے دکھائے۔ وہاں اگر سب کچھ ٹھیک ہے تو پھر وہاں لاک ڈاؤن کیوں لگایا ہوا ہے، انٹرنیٹ کیوں بند ہے، میڈیا کو وہاں جانے کی اجازت کیوں نہیں ہے؟اس کا مطلب ہے کہ بھارت غلط بیانی کررہا ہے۔وہ دلیل دیتے ہیں کہ کشمیر میں اگر کوئی واقعہ ہوجاتا ہے تو اس طرح کے واقعات بلوچستان میں بھی ہورہے ہیں۔ ان کی یہ دلیل بھی بودی ہے کیونکہ بلوچستان میں جب کوئی دہشت گرد مرتا ہے تو لوگ اس کی لاش لینے کے لیے بھی نہیں آتے کیونکہ عوام ان دہشت گردوں سے نفرت کرتے ہیں جو وہاں افراتفری پھیلاتے ہیں۔لیکن کشمیر میں کوئی شہید ہوجائے تو ہزاروں افراد کا جلوس کرفیو توڑ کر اُسے پاکستانی پرچم میں لپیٹ کر نکلتا ہے۔پاکستان اگر بھارت سے کرکٹ میچ جیت جائے تو تب بھی کشمیری باہر نکل آتے ہیں اور جشن مناتے ہیں حالانکہ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ بھارتی فوج اس کے ردعمل میں انہیں اُٹھائے گی، شہید کرے گی اور جیلوں میں بند کرے گی۔انڈیا اگر کہتا ہے کہ کشمیر میں سب اچھا ہے تو وہاں سے کرفیو ہٹا دے، صحافیوں اور اقوام متحدہ کے نمائندوں کو وہاں جانے کی اجازت دے۔انسانی حقوق کی تنظیم کو وہاں جانے دے۔اگر بھارت یہ نہیں کررہا تو اس کا واضح مطلب ہے کہ وہاں سب اچھا نہیں ہے۔وہاں ایک جبر ہے، ظلم ہے جس کو چھپایا جارہا ہے۔جہاں تک تحریک آزادی کا معاملہ ہے تو وہ جاری رہے گی۔ظلم سے کسی بھی تحریک کو دبایا نہیں جاسکتا بلکہ جتنا ظلم بڑھے گا اتنا ہی تحریک کو جوش ملے گا۔اس کے باوجود کہ کشمیریوں کو بیرونی مدد نہیں مل رہی۔اُمت مسلمہ ذاتی مفادات میں پڑ کر انتشار کا شکار ہے، پاکستان بھی وہ رول ادا نہیں کررہا جو کرنا چاہیے، مگر بھارت زیادہ دیر اس تحریک کو دبا نہیں سکتا۔ بھارتی انتہا پسند حکومت خود اپنے تعصب کے پھیلائے جال میں پھنس جائے گی اور کشمیریوں سمیت تمام بھارتی اقلیتوں کو ایک دن آزادی نصیب ہوگی کیونکہ بھارت کی تمام اقلیتیں ہندوتوا کے غیرانسانی ایجنڈے سے اُکتا چکی ہیں۔

سوال: انڈیا نے اپنی بیوقوفی سے چین کو بھی کشمیر میں ایک فریق بنا دیا ہے۔لداخ کے مسئلہ پر ان کے مابین مذاکرات بھی تعطل کا شکار ہیں۔مستقبل میں بھارت چین تنازع کے کیا نتائج نکلیں گے؟

رضاء الحق: کشمیر میں لداخ کا علاقہ چین کے ساتھ ملتا ہے اور وہاں بھارت اور چین کے درمیان بارڈر متنازع ہے۔قراقرم پاس بھی اس علاقے میں ہے۔اکسائی چن، کارگل اور گلگت بلتستان کے علاقے بھی اس سے ملتے ہیں۔یعنی اسٹریٹجک لحاظ سے وہ بہت اہم علاقہ ہے۔اس پر چین بھی اپنا دعویٰ کررہا ہے۔اسی بنیاد پر 1962ء میں بھی بھارت چین جنگ ہوچکی ہے۔پھر گزشتہ برس چین نے وہاں ایک بڑے علاقے پر قبضہ کرلیا اور بھارت کے بیس فوجی مارے تھے۔ 2020ء میں سیز فائر کے بعد مذاکرات شروع ہوئے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بیل منڈھے چڑھنے والی نہیں ہے کیونکہ دعویٰ دونوں طرف سے ہے۔ انڈیا کی کوشش ہے کہ وہاں سرنگوں کے ذریعے اپنا نیٹ ورک بحال کیا جائے اور پھر وہاں پر اپنے فوجی کیمپ بنا دیے جائیں۔چین نے چند بھارتی فوجی کیمپس کو وہاں پر تباہ بھی کردیا ہے۔دوسری طرف چین بھی وہاں پر اپنی تعمیرات بڑھا رہا ہے۔علاوہ ازیں چین نے حال ہی میں ایک نیا قانون پاس کیا ہے کہ یکم جنوری 2022ء سے چینی فوج کو لداخ میں اور تمام 14 سرحدی بارڈرز میں ایڈیشنل پاورز دے دی جائیں گی کہ وہ وہاں کے تمام بارڈرز پر ایڈیشنل پٹرولنگ بھی کرسکتی ہے اور ان بارڈرز کو بند بھی کرسکتی ہے۔نظریہ آرہا ہے کہ مذاکرات میں ناکامی کے بعد بھارت جارحیت کی طرف جانا چاہتا ہے لیکن یہ اس کی بڑی بے وقوفی ہوگی کیونکہ اس کو چین کے مقابلے میں ہر صورت میں شکست ہوگی۔معلوم ہوتا ہے کہ آنے والی سردیوں میں وہاں جنگ کا دوبارہ خطرہ بڑھے گا۔ واللہ اعلم۔

سوال: عالمی سطح پر بھی نئی صف بندیاں ہورہی ہیں، پاک بھارت کشیدگی بھی اپنے عروج پر ہے۔ایسی صورت حال میں پاکستان کو اپنے بچاؤ کے لیے کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستان اور بھارت دونوں بنیادی طور پر غریب ممالک میں شمار ہوتے ہیں، یہاں بہت بڑی آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ بھارت میں تو کئی نسلیں ایسی ہیں جو فٹ پاتھ پر پیدا ہوتی ہیں، فٹ پاتھ پر ان کی شادی ہوتی ہے، فٹ پاتھ پر ہی بچے پیدا کرتے ہیں اور فٹ پاتھ پر ہی مرجاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھارت اسلحہ خریدنے میں آگے آگے ہے۔ان دونوں ممالک کو چاہیے کہ اپنے عوام کی تعلیم، صحت اور خوراک پر توجہ دیں لیکن جب تک تنازعات ختم نہیں ہوں گے یہ کشیدگی ختم نہیں ہوگی اور تنازعات اس وقت تک ختم نہیں ہوتے جب تک آپ غاصبانہ سوچ رکھتے ہوں۔ بھارت پر اس وقت اسی غاصبانہ سوچ کا قبضہ ہے اس لیے تنازعات حل ہوتے دکھائی نہیں دیتے۔ جہاں تک جنگ کا معاملہ ہے تو ابھی تک جنگ صرف دونوں ممالک کے ایٹمی طاقت ہونے کی وجہ سے رُکی ہوئی ہے لیکن اگر یہ جنگ ہوئی تو یہ صرف پاکستان اور بھارت کی جنگ نہیں ہوگی بلکہ یہ دو گروپوں کی جنگ ہوگی۔ بھارت کی مدد کو امریکہ اور اسرائیل ضرور آئیں گے جبکہ پاکستان کی مدد کے لیے چین لازمی آگے آئے گا اور اس صورت میں یہ ایک عالمی جنگ ہوگی۔ پاکستان کو چاہیے کہ وہ فوری طور پر اپنی عسکری طاقت میں اضافہ کرے۔دوسری طرف داخلی سطح پر بھی اپنے آپ کو مستحکم کرے اور یہ استحکام اسلام کے نفاذ ہی میں مضمر ہے۔ پاکستان کی بنیاد ایک نظریے پر رکھی گئی تھی۔اب اس نظریہ کو عملی تعبیر دینے کی ضرورت ہے۔ جب تک ایسا نہیں کریں گے ہماری ترقی اور خوشحالی سب کھوکھلی و عارضی ہوگی۔اگر ہم نظریہ کو عملی شکل دیں تو پاکستان صحیح معنوں میں ایک اسلامی ملک بن جائے گا اور ہر لحاظ سے اتنا مضبوط ہوجائے گا کہ کوئی دشمن بھی اس کو شکست نہیں دے سکے گا۔ان شاءاللہ

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنتِ ثعلبہ

فریداللہ مروت

نام ونسب

حضرت خولہؓ بنتِ ثعلبہ کا تعلق مدینے کے مشہور قبیلے،خزرج سے تھا۔سلسلۂ نسب یوں ہے: حضرت خولہؓ بنتِ ثعلبہ بن اصرم بن فہد بن ثعلبہ بن غنم بن عوف۔

نکاح

ان کا نکاح قبیلہ اوس کے سردار،حضرت عبادہ بن صامتؓ کے حقیقی بھائی،حضرت اوسؓ بن صامت انصاری سے ہوا۔

اسلام

ابتدائے اسلام میں مسلمان ہوئیں اور حضور نبی اکرم ﷺ سے بیعت کی۔

خلیفۂ وقت، بوڑھی عورت کے سامنے

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ یہ خاتون راستے میں حضرت عمرؓ کو ملیں، تو آپؓ نے اُنھیں سلام کیا۔ وہ سلام کا جواب دینے کے بعد کہنے لگیں ''اوہو، اے عمرؓ! ایک وقت تھا، جب مَیں نے تمھیں بازار عکاظ میں دیکھا تھا، اُس وقت تم عمیر کہلاتے تھے۔ لاٹھی ہاتھ میں لیے بکریاں چَراتے پِھرتے تھے۔ پھر زیادہ مدّت نہ گزری تھی کہ تم عمر کہلانے لگے، پھر ایک وقت آیا کہ تم امیرالمومنین کہے جانے لگے۔ اے عمرؓ! ذرا رعیّت کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور یاد رکھو! جو اللہ کی وعید سے ڈرتا ہے، اُس کے لیے دُور کا آدمی بھی قریبی رشتے دار کی طرح ہوتا ہے اور جو موت سے ڈرتا ہے، اس کے حق میں اندیشہ ہے کہ وہ اسی چیز کو کھودے گا، جسے بچانا چاہتا ہے۔'' اس پر جارود عبدیؓ، جو حضرت عمرؓ کے ساتھ تھے، بولے، ''اے عورت! تُو نے امیرالمومنینؓ کے ساتھ بہت زبان درازی کی ہے۔'' حضرت عمرؓ نے فرمایا، ''انہیں کہنے دو۔ جانتے بھی ہو، یہ کون ہیں؟ اِن کی بات تو سات آسمانوں کے اوپر سُنی گئی تھی۔ عمرؓ کو تو بدرجۂ اولیٰ سننی چاہیے۔'' (تفہیم القرآن،5/340)

عام حالات

ظہار، جاہلانہ رسم عرب میں جب شوہر اور بیوی کی لڑائی عروج پر پہنچ جاتی، تو شوہر غصّے میں بیوی کو ماں، بہن، بیٹی سے تشبیہ دے بیٹھتے۔ جیسے ''تُو میرے اوپر ایسی ہے، جیسے میری ماں کی پیٹھ۔'' یعنی ''اب تُو میرے اوپر حرام ہوچُکی ہے۔'' اس طرح کے قول کو ''ظہار'' کہا جاتا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ لفظ طلاقِ مغلظ سے بھی زیادہ سخت سمجھا جاتا تھا۔ اہلِ عرب کے نزدیک طلاق کے بعد تو رجوع کی گنجائش تھی، مگر ظہار کے بعد رجوع کا کوئی امکان باقی نہ رہتا تھا۔ حضرت اوس بن صامتؓ مزاج کے ذرا سخت تھے۔ ایک دن بیوی سے لڑائی ہوگئی اور غصّے میں آکر ''ظہار'' کے الفاظ استعمال کردیے، لیکن جب غصّہ اُترا، تو سَر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ اب پچھتاوے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ حضرت خولہؓ پر تو جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ نہایت پریشانی کے عالم میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں۔ آپؐ نے اُن کی پوری بات سُنی۔ اُس وقت تک اِس خاص مسئلے کے متعلق آنحضرتؐ پر کوئی وحی نازل نہ ہوئی تھی، اِس لیے آپؐ نے قولِ مشہور کے موافق اُن سے فرمادیا ''میری رائے میں تو تم اپنے شوہر پر حرام ہوگئیں۔'' وہ یہ سُن کر واویلا کرنے لگیں کہ ''میری پوری جوانی اس شخص کی خدمت میں ختم ہوگئی۔ اب بڑھاپے میں اس نے مجھ سے یہ معاملہ کیا ہے، مَیں کہاں جاؤں؟ میرا اور میرے بچّوں کا گزارہ کیسے ہوگا؟ میرے شوہر نے طلاق کا تو نام بھی نہیں لیا، تو پھر مجھے طلاق کیسے ہوگئی؟'' حضرت خولہؓ نے آب دیدہ ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے رحم کی التجا و فریاد کی۔ اللہ کے رسولؐ نے اُن کی یہ حالت دیکھتے ہوئے فرمایا، ''دیکھو! تمہارے مسئلے سے متعلق مجھ پر ابھی تک کوئی حکم نازل نہیں ہوا ہے۔'' (معارف القرآن 8/332)

وحی کا نزول

حضرت خولہؓ کی حالت، اُن کے اندرونی دُکھ اور فکر کی غمّازی کر رہی تھی۔ ان کی فریاد و نالہ جاری تھا، ''یارسول اللہؐ! مَیں اپنے شوہر کی ماں کیسے بن سکتی ہوں۔ اُس کی ماں تو صرف وہ عورت ہے، جس نے اُسے جنم دیا ہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر دورِ جہالت کی یہ رسم ختم نہ ہوئی، تو مَیں اور میرے بچّے تباہ و برباد ہوجائیں گے۔ میرا بوڑھا شوہر در بدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرے گا۔'' خود حضور ﷺ بھی اُن کی حالتِ زار دیکھ کر افسردگی کی کیفیت میں تھے۔ اُدھر عرشِ معلّیٰ پر اللہ کی رحمت جوش میں آگئی۔ انسان کی شہ رگ سے زیادہ قریب رہنے والے ربّ نے حضرت جبرائیل امینؑ کو حکم دیا کہ جاؤ اور میرے محبوبؐ کو یہ پیغام پہنچا دو، '' قد سمع اللہ......'' ''بے شک، اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سُنی، جو آپؐ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی اور اللہ کے آگے شکایت کر رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال و جواب سُن رہا تھا۔ وہ سب کچھ سُننے اور دیکھنے والا ہے۔ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، اُن کی بیویاں، اُن کی مائیں نہیں ہیں۔ اُن کی مائیں تو وہی ہیں، جنہوں نے اُن کو جَنا ہے۔ یہ لوگ سخت ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں، لیکن اللہ معاف کرنے اور درگزر کرنے والا ہے۔ جو لوگ اپنی بیویوں سے ''ظہار'' کریں، پھر اپنی اس بات سے رجوع کریں، تو اُنہیں چاہیے کہ ایک غلام آزاد کریں۔ اگر غلام آزاد نہ کر پائیں، تو دو مہینے کے لگاتار روزے رکھیں اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہوں، تو 60 مسکینوں کو کھانا کھلائیں۔'' (المجادلہ: 1 تا 4)

اُم المومنین، سیّدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں، ''پاک ہے وہ ذات، جو ہر ایک کی آواز سُنتا ہے۔ مَیں اُس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی موجود تھی، جب حضرت خولہؓ بنتِ ثعلبہ اپنے شوہر کی شکایت کر رہی تھیں، مگر اِتنے قریب ہونے کے باوجود میں اُن کی بعض باتیں نہیں سُن سکی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اُن سب کو سُنا اور فرمایا،'' قد سمع اللہ'' (صحیح بخاری، کتاب التوحید)۔ کفّارہ کی ادائی حدیث میں ہے کہ حضرت خولہ بنتِ ثعلبہؓ کی فریاد پر جب آیاتِ مذکورہ اور کفّارے کے احکام نازل

ہوئے اور شوہر سے دائمی مفارقت و حرمت سے بچنے کا راستہ نکل آیا، تو آنحضرت ﷺ نے اُن کے شوہر کو بلوایا۔ دیکھا کہ وہ ضعیف البصر اور بوڑھے آدمی ہیں۔ آپؐ نے اُنھیں نازل شدہ آیات اور کفارے کا حکم سُنایا کہ ”ایک غلام یا لونڈی آزاد کردو۔“ اُس نے کہا، ”یہ میری قدرت میں نہیں۔“ آپؐ نے فرمایا، ”پھر دو ماہ کے روزے رکھو۔“ اُس نے کہا، ”قسم ہے اُس ذات کی، جس نے آپ کو رسولِ برحق بنایا، اگر مَیں دن میں دو، تین مرتبہ کھانا نہ کھاؤں، تو میری نگاہ بالکل ہی ختم ہوجاتی ہے۔“ آپؐ نے فرمایا، ”پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کِھلاؤ۔“ اُس نے عرض کیا، ”یہ بھی میری قدرت میں نہیں، بجز اس کے کہ آپؐ ہی کچھ مدد فرمائیں۔“ آپؐ نے اسے کچھ غلہ عطا فرمایا، پھر کچھ دوسرے اصحابؓ نے بھی مدد کی۔ اس طرح ساٹھ مسکینوں کو فطرے کی مقدار دے کر کفارہ ادا ہوگیا۔
(معارف القرآن، جلد ہشتم صفحہ 337)

سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن سراپا علم و ادب اور پیکرِ تقویٰ تھے۔ اللہ کے نبیؐ کے محبوب، رفیق اور جاں نثار ساتھی تھے اور جو اللہ کے محبوبؐ کو پیارا ہو، وہ اللہ کو کیوں نہ پیارا ہوگا؟ یہی وہ رشتۂ خاص ہے کہ جب کوئی صحابیؓ یا صحابیہؓ معبودِ برحق کے حضور التجا و فریاد کرتا، تو ربّ العالمین بھی اُن کے ہاتھوں کو خالی نہ لوٹاتے۔ ایسے ہی بلند و بالا مرتبے پر فائز ایک صحابیہ، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت ثعلبہ بھی ہیں، جو دورِ جاہلیت کی ہزاروں سال پرانی، فرسودہ اور ظالمانہ رسم کے خاتمے کا باعث بنیں۔ بیوی کو ماں سے تشبیہ دینا، ایسی بے ہودہ اور شرم ناک بات ہے کہ کوئی شریف آدمی اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ زمانۂ جاہلیت میں تو یہ عام بات تھی کہ شدید غصے، جنون یا نشے کی کیفیت میں بیوی کو ظِہار کردیا کرتے تھے، لیکن بعد میں جب ہوش آتا، تو ہاتھوں کے طوطے اُڑ جاتے کہ اپنے ہی ہاتھوں اپنے آشیانے کو تباہ کرڈالا۔ اب بیوی اپنی رہی، نہ بچّے اور نہ ہی گھر رہا۔ مالکِ ارض و سما کو اپنے محبوب ﷺ کی اُمت سے اس گھناؤنی رسم کو ختم کرنا تھا، لہٰذا، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت ثعلبہ کے واقعے میں اس معاملے میں احکامات نازل فرمائے۔

فضائل و کمالات

حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا نہایت ذہین و فطین اور بلند مقام و مرتبے کی مالک تھیں۔ ان کے حوالے سے معبودِ برحق نے وحی نازل فرمائی، لیکن ظِہار کے اِس واقعے کے علاوہ اُن کے بارے میں مزید معلومات دستیاب نہیں۔ اُن کے شوہر، حضرت اوس رضی اللہ عنہ بن صامت نے مختلف غزوات میں حصّہ لیا اور 34ہجری میں رملہ (فلسطین) میں وفات پائی۔ اُس وقت اُن کی عمر 85 سال تھی۔ حاصلِ مطالعہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت ثعلبہ کے تذکرے میں ظِہار جیسی جاہلانہ رسم سے متعلق احکامات کے علاوہ مزید دو اہم باتوں کے بارے میں یاد دہانی کروائی گئی ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ ہر شخص کے ساتھ ہر وقت، ہر جگہ موجود ہے۔ اسے ہر ہر لمحے کا علم ہے۔ وہ ہر ایک کی سُنتا ہے۔ انسان کی دُعا و فریاد اگر اُس کے حق میں ہوتی ہے، تو اُسے شرفِ قبولیت بخش دیا جاتا ہے اور اُس کی حاجات پوری کردی جاتی ہیں، لیکن اگر اُس وقت اُس کے لیے بہتر نہیں، تو اُسے مناسب وقت تک کے لیے مؤخر کردیا جاتا ہے اور اگر وہ اُس شخص کے مفاد میں نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس کی بجائے اُس کی کوئی اور دُعا قبول فرما لیتے ہیں۔ دوسری بات رعایا کے بارے میں حاکمِ وقت کی ترجیحات سے متعلق ہے۔ حکمرانوں کا فرضِ اوّلین ہے کہ عوام کے لیے اپنے دروازے کُھلے رکھیں۔ اُن کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے شکایات کا ازالہ کریں اور اُن کی سفارشات کی روشنی میں حکومت کی پالیسیز کا تعین کریں۔

❁❁❁

......کدھر سے کون ہے حملہ کش

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

گلوبل ثقافتی بگولوں میں سے ایک بھوتوں بلاؤں کی رات ہیلووین بھی ہے۔ قبل از عیسائیت کی توہمات اور شرکیہ جہالتوں میں لتھڑی یہ رات پوری مغربی دنیا میں منائی جاتی ہے۔ شیطانیت کی مظہر یہ رات بدروحوں، مُردوں کے دیوتا کو راضی کرنے کے شب وروز پر استوار ہے۔ 2001ء کے بعد مسلم دنیا روشن خیالی، سافٹ امیج کے گڑھے میں جا پڑی۔ ساری مغربی جہالتیں، ویلنٹائن ڈے کی فحش کاریاں، ہیلووین کی دیوانگی، موم بتی تہذیب، سالگرہ کو لازمہ قرار دینا مسلمان ممالک میں بلا بن کر آن وارد ہوئیں۔ اس سب کو بڑھاوا دینے میں شوبز کارندوں اور کارگزارنیوں کی عشوہ طرازیاں رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی ہیں۔ اگرچہ 15 تا 31 اگست 2021ء فی نفسہٖ افغانستان میں مغربی دنیا کے لیے ہیلووین اثر ثابت ہوا۔ طالبان کی داڑھی، شرعی حلیہ ان کے لیے ہیلو وین پہناوے کی طرح خوف کی علامت تھا۔ ٹوپی برقع ان سے زندگی کی (حرام) رنگینیاں چھین لینے کی وعید تھی! پوری دنیا دم بخود، خوف اور سکتے کے عالم میں رہی۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ اس کے بعد اس مرتبہ 31 اکتوبر کو یہ دن منانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی مگر ابلیسی وعدہ تو تا قیامت فتور مچانے کا اپنی جگہ قائم ہے۔ لہٰذا شیطانی قوت کے اظہار کا یہ دن، جسے اب مغربی دنیا میں شیطانی معبد اور شیطانی مذہبیت نے مہمیز دی ہے، بھرپور منایا گیا۔ بلکہ سعودی عرب، خلیجی ممالک، بالخصوص دبئی میں عیدین سے بڑھ کر جوش وخروش کا حامل تھا۔ دبئی میں رہنمائی کا منصب بھارتی شوبز کے (بھوت) ستاروں کے ہاتھ تھا۔

پاکستان کو پرویز مشرف اس ڈھب پر چلا گیا تھا، سو وہ آج بھی جاری وساری ہے۔ اسلام آباد میں اس پر سوشل میڈیا میں رہنمائی موجود رہی۔ صرف ایک دن نہیں بلکہ پارٹیوں، ہلے گلے کا پورا سیزن اور روزانہ کی بنیاد پر طرح طرح کے کھیل تماشے طے شدہ ہیں۔ ایک طرف گردن آئی ایم ایف کے قرضوں کے شکنجے میں جکڑی ٹیکس اور مہنگائی کا سونامی چڑھائے لا رہی ہے۔ دوسری طرف جمہوریت کی کرسی پر جب بھی ذرا سول حکمران پُراعتماد ہو کر بیٹھنے کی جسارت کرتا ہے تو یکایک تحریک لبیک کے دھرنوں کی باری آجاتی ہے۔ 2015ء کے بعد سے 7 دھرنے، 7 سمجھوتے ہو چکے۔ ہر مرتبہ ملک کے طول وعرض میں ہلا مارے جانے کی کیفیت برپا ہوئی۔ بالآخر اس مرتبہ بھی اعلیٰ ترین سطح سے پچکارے جانے کے 12 دن بعد شہر راولپنڈی آزاد ہوا۔ رکاوٹیں ہٹیں، عوام نے سکھ کا سانس لیا۔ عوام پر تو بجلی، پیٹرول، مہنگائی کے بھوت سٹی گم کر دینے کو مسلط، زندگی ہی ہیلو وین بنائے ہوئے ہیں۔ یہ تو طبقہ امراء، اشرافیہ کے رنگ رنگیلے چونچلے ہیں۔ بے جہت زندگی کے وقت گزاری مشغلے ہیں۔ ورنہ اندریں حالات جب ملک ہمہ نوع جن جادو جنات کے پھیر میں رہتا ہے، مغربی تہذیبی لنڈے کی ثقافت کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بھوک افلاس ننگ کے ہاتھوں غریب کے بچے خاک آلود، پسلیاں نکالے ہونق صورت بھوت ہی بنے پھرتے ہیں۔ ایسے میں امیر مسلمان ممالک میں بھارتی اداکاروں کے جلو میں عریاں لباسی، پانی کی طرح بہتے، اجاڑے جاتے مال ودولت کے لیے کس درجے بے حسی، بے ضمیری اور خود پرستی وہوا پرستی درکار ہے۔ بدی کی یہ رات اب شیطانیت کے باضابطہ مذہب بن جانے کی بنا پر تمام اخلاق باختہ بدکاریاں ملک ملک بانٹتی پھرتی ہے۔

دوسری طرف افغانستان سے حقیر ورسوا ہو کر نکلنے والی عالمی طاقتیں افغانوں کے اموال اور اثاثے دبائے خود بھوت بلاؤں کا روپ دھارے بیٹھی ہیں۔ اپنے ہاں انہیں شدید انتشار کا سامنا ہے ہزیمت پر۔ امریکی جنرل جان سوبکو اپنی وزارتِ دفاع اور خارجہ پر برس پڑا کہ انہوں نے اہم اور ضروری معلومات کانگریس سے چھپائیں۔ افغان حکومت کے سقوط اور طالبان کے ملک پر چھا جانے کے واضح امکانات صیغۂ راز میں رکھے رہے۔ اچانک گویا چھت سر پر آن پڑی! ادھر سہیل شاہین نے افغان اثاثوں (10 ارب ڈالر) کی بحالی کی بات کرتے ہوئے افغانوں کا یہ حق طلب کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمیں امداد کی ضرورت نہیں۔ ذبیح اللہ مجاہد نے تنبیہ کی ہے کہ اگر طالبان حکومت تسلیم نہ کی گئی تو دنیا کو مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ یہ واضح پیغام تھا امریکا کے لیے! ہمراہ یہ یاد دہانی بھی تھی کہ پہلے بھی جنگ چھڑنے کی وجہ اسلامی حکومت کو تسلیم نہ کیا جانا تھا۔ اس میں مضمر دھمکی عالمی امن کے ٹھیکے داروں کے لیے کوئی خیر کی خبر نہیں رکھتی۔ جس دن انہوں نے اس حدیث پر دوبارہ عمل کا ارادہ کر لیا، خطے اور امریکا کو مسائل تو ہوں گے۔ یہ کہ: ''تمہارا رزق تمہارے نیزے کے سائے تلے ہے!'' اور وہ اس کے اہل ہیں، ثابت کر چکے ہیں۔ اپنی معیشت کے لیے ہر ممکن اقدام جاری ہے افغانستان میں۔ سالہا سال سے منظر سے غائب چلغوزے اب 45 میٹرک ٹن جہاز بھر کے چین بھیجے گئے ہیں اور مزید بھیجے جائیں گے۔ تجارت، امانت ودیانت اور کفایت شعاری سے کام لیتے ہوئے معیشت کے لیے جائز حق طلب کر رہے ہیں، ہماری طرح سودی قرضوں پر بغلیں بجانے یا منت سماجت پر نہیں اترے۔

کیسا المیہ ہے کہ وزیراعظم نے یہ فرمایا کہ 'اگر فرانسیسی سفیر کو نکالا تو معاشی تباہی آئے گی'۔ فرانس کو رازق سمجھ بیٹھنا اور قومی وقار کی یوں تحقیر کرنا ہمیں زیبا نہیں۔ یہ وہی فرانس ہے جو 92 مساجد بند کر چکا ہے اور مزید 7 مساجد بند کرنے کا اعلان کیا ہے۔ مسلمان عورت پر حجاب کرنے پر طرح طرح کی غیر انسانی قدغنیں عائد کرنے والے اسلاموفوبیا کے سرخیل کے سفیر کو نکالنے کا حوصلہ اگر نہیں ہے، تو اسے پیٹ کا مسئلہ بنا کر بیان تو نہ دیں! یہ ہماری 'ریاستِ مدینہ' کے (دیگر سبھی اقدامات کی طرح) شایاں نہیں۔

پاکستان افغانستان کو تسلیم کر کے اپنے برادر ملک کے ساتھ بھرپور تجارت کا دروازہ کھولے تو پاکیزہ مال کا ہماری معیشت کی رگوں میں اترنا سودی قرضوں سے کہیں

زیادہ خیر و برکت کا سامان لائے گا۔ طرفہ تماشا ہے کہ ایک طرف بیان میں فرانس کو معاشی اَن داتا قرار دیا دوسری طرف اسی سانس میں قوم سے کہا کہ ناموسِ رسالت ﷺ پر میرے ہاتھ مضبوط کریں! کاش آپ نے تہجد کے وقت یہ ہاتھ خالق و رزاق کے آگے پھیلائے ہوتے جو پکارتا ہے کہ کوئی ہے جو رزق مانگے اور میں رزق دوں! مغفرت مانگے اور میں مغفرت دوں! یہی دونوں عین ہماری ضرورت ہیں۔ (آپس کی سر پھٹول سے فرصت تو ملے!) اللہ کے آگے اٹھنے والے ہاتھ مضبوط، آہنی ہو جاتے ہیں۔ اس سے منہ موڑ کر تشویش اور گھبراہٹ کے دورے نہ پڑیں تو کیا ہو؟ نفسیاتی ابتری ہی کا عالم ہے کہ گستاخوں کے سرِ خیل کی گدائی کی جائے۔

ہماری معاشی سرگرمی میں کتنا بڑا حصّہ چادر سے باہر پاؤں پھیلائے رکھنے کا ہے۔ ہسپتالوں میں صحت کی سہولیات کا فقدان ہے۔ یونیورسٹیوں میں وسائل کی عدم فراہمی سے حالات ابتر ہیں۔ ہر شعبۂ زندگی معاشی عدم توازن کے ہاتھوں انتشار کا شکار ہے۔ ایسے میں اسراف و تبذیر حکومتی سطح پر جاری و ساری ہے۔ بجلی کی کمی اور گرانی کے مارے ملک میں غیر معمولی اہتمام سے ربیع الاوّل پر حکومتی سطح پر مسلسل چراغاں۔ وہ کپڑا جو غرباء کے تن ڈھانپنے کو صدقہ کیا جاتا تو اجرِ عظیم کا باعث بنتا، 'عقیدت' میں آرائشی محرابوں میں جا بجا سجایا گیا۔ عوام کی بنیادی ضروریات سے منہ موڑے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے روگرداں، نمائشی اقدامات سے سادہ لوح عوام پر اپنی مذہبیت کی دھاک بٹھانے کو یہ اہتمام ہوئے۔ 'رحمت للعالمین ﷺ' کے مبارک نام سے اتھارٹی بنا کر مناصب تنخواہیں، مراعات، بلڈنگیں، گرانٹیں، گاڑیاں تقسیم ہوں گی۔ ادارے پہلے بھی موجود ہیں انہیں فعال کریں۔ ملک میں بڑھتی پھیلتی بے دینی، مغربیت، اخلاقی زوال پر بند (حقیقی) باندھنے کا کوئی سامان نہیں۔ تعلیم نکمی، ناکارہ، بے فیض، ایمان اسلام کے اسباق سے تہی دامن کر کے، نری بیان بازی، زبانی جمع خرچ کا چلن ہے۔

تمہیں کیا خبر میرے دوستو کہ کدھر سے کون ہے حملہ کش
مری فکر میرے شعور پر، مرے شعر میرے شعار پر!

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(20 اکتوبر تا 24 اکتوبر 2021ء)

بدھ (20 اکتوبر) کو مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد ازاں کراچی واپسی ہوئی۔

جمعرات (21 اکتوبر) کو کراچی میں سیرت کے حوالے سے ایک پروگرام میں خطاب کیا۔

جمعہ (22 اکتوبر) کو مسجد شادمان کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔

ہفتہ (23 اکتوبر) کو رات کی فلائٹ سے ملتان جانا ہوا۔ رات قیام قرآن اکیڈمی ملتان میں کیا۔ نائب ناظم اعلیٰ محمد ناصر بھٹی بھی اس دورے میں امیر محترم کے ساتھ تھے۔

اتوار (24 اکتوبر) صبح 10:00 بجے سے نماز ظہر تک حلقہ پنجاب جنوبی کے رفقاء سے ملاقات، سوال و جواب ہوئے۔ اختتامی خطاب کے بعد مبتدی پھر ملتزم رفقاء سے بیعت مسنونہ ہوئی۔ بعد نماز ظہر حلقہ و مقامی تناظیم کے ذمہ داران سے ملاقات کی۔ پھر سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ آخر میں امیر محترم نے گفتگو فرمائی۔ بعد نماز عصر دو علماء/مفتیان کرام سے ملاقات ہوئی۔ بعد ازاں مقامی امیر محمد عرفان بٹ اور کچھ رفقاء سے ملاقات رہی۔ بعد نماز مغرب تا عشاء انجمن کی مجلس منتظمہ سے تعارفی نشست ہوئی۔ بعد نماز عشاء ''عصر حاضر میں سیرت النبی ﷺ سے رہنمائی'' کے حوالے سے تقریباً سوا گھنٹہ خطاب کیا۔ اس موقع پر ڈیڑھ سو کے قریب افراد نے شرکت کی۔

سوموار (25 اکتوبر) کی صبح بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی میں عربی شعبہ کے اساتذہ سے ملاقات کی۔ یونیورسٹی قرآن فورم، شعبہ عربی یونیورسٹی اور قرآن اکیڈمی و علم فاؤنڈیشن کے اشتراک سے 11:00 بجے یونیورسٹی کے شعبہ آئی ایم ایس ہال میں ترجمہ قرآن کی اہمیت، ضرورت اور طریق کار کے موضوع پر سیر حاصل بیان ہوا۔ بعد ازاں قرآن اکیڈمی بی زیڈ کیمپس میں پروفیسرز اور رفقاء کے ساتھ ظہرانہ میں شرکت کی۔ شکیل صاحب (نقیب) نے انفرادی ملاقات کی اور کچھ مشورے دیئے۔ انہیں مشورے لکھ کر بھیجنے کا کہا۔ رات کراچی واپسی ہوئی۔ وہاں پر معمول کی مصروفیات رہیں۔ نائب امیر صاحب سے تنظیمی امور کے حوالے سے مسلسل رابطہ رہا۔

تازہ شمارہ
اکتوبر تا دسمبر 2021ء

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم و حِکَمِ قرآنی کا ترجمان

سہ ماہی **حکمت قرآن** لاہور

بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین ــــ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہما اللہ

اس شمارے میں

☆ ایمانی نقطۂ نظر اور دانشورانہ خیال آرائی ــــ ڈاکٹر ابصار احمد
☆ مختار حسین فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ــــ ڈاکٹر عارف رشید
☆ مِلاکُ التأویل (۲۷) ــــ ابو جعفر احمد بن ابراہیم الغرناطی
☆ جدید ریاست' مسائل اور امکانات ــــ مکرم محمود
☆ سائنسی علوم کی ایک مثالی یونیورسٹی کی ضرورت (۲) ــــ ڈاکٹر محمد رفیع الدین
☆ مباحثِ عقیدہ (۷،۸) ــــ مؤمن محمود

افاداتِ حافظ احمد یار رحمۃ اللہ علیہ ''ترجمہ قرآن مجید مع صرفی و نحوی تشریح'' اور محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 70 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون: 280 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-042-35869501

تنظیم اسلامی حلقہ ملاکنڈ کا سہ ماہی دعوتی وتربیتی اجتماع

5 ستمبر 2021ء کو یہ اجتماع مرکز تنظیم اسلامی حلقہ ملاکنڈ میں منعقد ہوا۔ درس قرآن کی سعادت جناب شاہد لطیف نے حاصل کی۔ انہوں نے سورۃ الشوریٰ کی آیات کا درس دیتے ہوئے کہا کہ اقامت دین کی جدوجہد ہمارا اولین فرض ہے اور اُخروی نجات ہمارا اصل ہدف ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ رفقاء تنظیم کو اپنی ذاتی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ دینا ہوگی۔ اس کے لیے تعلق مع اللہ، تعلق مع القرآن اور اتباع رسول ﷺ کا اہتمام ناگزیر ہے۔ بعدازاں مقامی تنظیم بی بیوڑ کے امیر حسین احمد نے درس حدیث کی سعادت حاصل کی۔ ان کے بعد مقامی تنظیم واڑی کے رفیق صاحبزادہ صاحب نے سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے حالات وواقعات سامعین کے سامنے پیش کیے۔ اور دین اسلام کے لیے ان کے ایثار وقربانیوں کا ذکر کیا۔ انہوں نے رفقاء میں جذبہ ایثار وقربانی کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔

امیر حلقہ ممتاز بخت نے اپنے افتتاحی کلمات میں تمام رفقاء واحباب کو خوش آمدید کہتے ہوئے کہا کہ ہمارا یہاں آنا اللہ کی توفیق سے ممکن ہوا ہے۔ اس وقت پوری دنیا پر ابلیسی قوتوں کا قبضہ ہے لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنا زیادہ وقت دین کے کام میں صرف کریں۔

اس کے بعد مقامی تنظیم سوات کے امیر حبیب علی نے ”نفاذ دین اسلام: کیا، کیوں، کیسے؟“ کے موضوع پر تفصیل سے لیکچر دیا۔

اس کے بعد حلقہ ملاکنڈ کے ناظم تربیت حضرت نبی محسن نے داعی کے اوصاف کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کے دین کے داعی کا اصل ہدف عدل وقسط کا قیام ہے جس کا نمونہ نبی اکرم ﷺ نے قائم کر کے دکھایا ہے۔

ان کے بعد ہمارے اُسرہ چترال کے نقیب شہزاد ایوب نے رفیق تنظیم کے اوصاف بیان کیے۔ آخر میں مقامی تنظیم بٹ خیلہ کے رفیق شوکت اللہ شاکر نے انفاق فی سبیل اللہ کے موضوع پر تفصیلی گفتگو کی کہ قرآنی حکم میں اللہ تعالیٰ نے سولہ مرتبہ انفاق کا حکم دیا ہے۔ شیطان انسان کو خوف دلاتا ہے کہ خرچ کرنے سے مال میں کمی ہو جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ ایسے خرچ کرنے والوں کو مزید عطا کرتا ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے انسان شیطان اور گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ لہٰذا ہمیں انفاق ضرور کرنا چاہیے۔

آخر میں شوکت اللہ شاکر نے دعا کرائی اور نماز ظہر کے ساتھ ہی اجتماع اللہ کے فضل سے بخیر وخوبی مکمل ہوا۔ اجتماع میں تقریباً 170 رفقاء مع احباب نے شرکت کی۔

(رپورٹ: تنظیم الحق)

حلقہ لاہور غربی کے زیر اہتمام سہ ماہی اجتماع

حلقہ لاہور غربی کے نئے امیر حلقہ فاروق احمد کی زیر امارت یہ حلقہ لاہور غربی کا پہلا اجتماع تھا۔ بروز ہفتہ رفقاء نے مغرب کی نماز قرآن اکیڈمی 36 کے ماڈل ٹاؤن میں ادا کی۔ نقابت کے فرائض حلقہ کے ناظم تربیت حافظ محسن محمود نے ادا کیے۔ پروگرام کا آغاز درس قرآن سے ہوا۔ مقامی تنظیم ماڈل ٹاؤن کے رفیق رضاء الرحمن نے سورۃ التوبہ کی آیات 110 تا 116 کا درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ ذرا غور کیجیے کہ ہماری ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اپنی عطا کی ہوئی جان ومال کے بدلے ہم سے جنت کا سودا کر رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بے پایاں احسان ہے۔ اس کے بعد مقامی تنظیم کے رفیق جناب ثاقب عباسی نے سورۃ الفرقان کے آخری رکوع کی ابتدائی آیات اور آنحضور ﷺ کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں سنن ونوافل کی اہمیت واضح کی اور تہجد کے نوافل، نماز حاجت اور نماز استخارہ کی طرف رفقاء کی توجہ دلائی۔ محسن محمود نے کہا کہ ہماری دعوتی سرگرمیوں میں اضافہ اور برکت انہی سنن ونوافل کی ادائیگی کی وجہ سے ہوگا۔ اگلا پروگرام نماز کی باجماعت ادائیگی اور تکبیر تحریمہ کی اہمیت کے موضوع پر تھا۔ قاری غلام مرتضیٰ نے نہایت پُرسوز اور دھیمے انداز میں رفقاء کی اس طرف توجہ دلائی۔ پھر عشاء کی نماز کی ادائیگی کے لیے وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت کے معاون ملک شیر افگن نے بانی تنظیمؒ کی کتاب ”اسلام کی نشاۃ ثانیہ کرنے کا اصل کام“ کے کچھ حصوں کا مطالعہ کرایا۔ رفقاء کو توجہ دلائی کہ وہ اس کا مطالعہ کریں اور بتایا کہ 2000ء میں بانی تنظیمؒ نے اس کتابچے کا مطالعہ کرایا تھا۔ اس کے ویڈیوز یوٹیوب پر موجود ہیں۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے اختتامی خطاب فرمایا۔ انہوں نے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 14 تا 18 کی روشنی میں رفقاء کو تذکیر ویاددہانی کرائی کہ مال ودولت، بیوی واولاد، کاروبار کی محبت اللہ تعالیٰ نے خود انسان میں رکھی ہے اور اس کا انسان سے مطالبہ ہے کہ ان کی محبت کو اس کی محبت کے تابع رکھے جو یہ کام کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائے گا۔ پھر انہوں نے سالانہ اجتماع 2021ء کی طرف توجہ دلائی اور رفقاء کو اس میں شرکت کے لیے ذوق وشوق دلایا۔ امیر حلقہ کی اجتماعی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ (مرتب کردہ: محمد یونس)

تنظیم فیصل آباد شمالی کے زیرِ اہتمام نفاذ دین اسلام پروگرام

تنظیم اسلامی فیصل آباد شمالی کے زیرِ اہتمام 26 ستمبر بعد نمازِ عشاء سینا ٹاؤن ایجوکیٹرز سکول کی اسمبلی گراؤنڈ میں ”نفاذ دین اسلام: کیا، کیوں اور کیسے؟“ کے موضوع پر جلسہ عام کا بندوبست کیا گیا۔ نفاذ دین اسلام مہم کے اس پروگرام میں محترم نعمان اصغر نے موضوع کے مختلف پہلوؤں پر ایک گھنٹہ سے زائد سیر حاصل گفتگو کی۔ 102 کے قریب حاضرین نے بڑی دل جمعی سے ان کے خطاب کو سنا۔ خطاب کے بعد کاشف فاروق نے اپنے آنے والے تربیتی منصوبے کا تعارف کروایا۔ اس کو ”کنبہ تربیت پروگرام“ کا نام دیا جاسکتا ہے۔ جس میں بچوں اور ان کے والدین کو شریک کیا جائے گا۔ والدین میں سے مرد حضرات کے لئے الگ اور خواتین کے لئے الگ اور بچوں کے لئے الگ تربیتی دروس کا بندوبست کیا جائے گا۔ خواتین کو خواتین مدرسات ہی درس دیں گی۔ جبکہ مردوں کے لیے اور بچوں کے لیے الگ سے مرد حضرات تربیت کا فریضہ انجام دیں گے۔ اس طرح ایک پورا کنبہ بیک وقت تعلیمی تربیتی نصاب سے گزرے گا۔ جو گھر کے ماحول کو دین کے مطابق ڈھالنے میں مؤثر ثابت ہوگا۔

اس پروگرام کا آغاز حافظ حسان نے کلام پاک کی تلاوت سے کیا اور حافظ محمد احسن نے حمد باری تعالیٰ اور نعتِ رسول مقبول پڑھی۔ تزکیہ فاؤنڈیشن کے سربراہ مفتی سعید کو

خصوصی دعوت دی گئی۔ جلسہ عام کا اختتام ان کی نہایت پُرخلوص دعا پر ہوا تھا۔ اسی طرح رفاہ یونیورسٹی کے ڈاکٹر ساجد اور ڈاکٹر اورنگزیب مہمانانِ گرامی میں شامل تھے۔ دعا سے پہلے جہانگیر صاحب جو مقامی ٹیکسٹائل مل میں اکاؤنٹ کے شعبہ میں کام کرتے ہیں اور چارٹر اکاؤنٹ ہیں۔ انہوں نے اپنی اہلیہ اور بچوں کے ساتھ پچیس روزہ پروگرام میں شرکت کی تھی۔ اپنے تاثرات میں ان پروگراموں کی افادیت سے حاضرین کو آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ اس پروگرام میں شرکت ہمیں گھر کے ماحول کو دین کے مطابق ڈھالنے میں بہت زیادہ معاون ثابت ہوئی ہے۔ یہ پروگرام رات 11 بجے اختتام پذیر ہوا۔

✿✿✿

ضرورت رشتہ

☆ رفیق تنظیم کا بیٹا، عمر 21 سال تعلیم، بی اے، برسرِ روزگار کے لیے رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ تحریکی گھرانے کو ترجیح دی جائے گی۔
برائے رابطہ: 0302-5771785

☆ راولپنڈی سے مغل مرزا خاندان سے تعلق رکھنے والے رفیق تنظیم کی بہن، عمر 26 سال، تعلیم ماسٹر، برسرِ روزگار کے لیے دینی مزاج کے پڑھے لکھے برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0322-8526379

☆ کوئٹہ کے رہائشی تنظیم کے رفیق کو اپنی بیٹی، نیک سیرت، ایم بی بی ایس ڈاکٹر، سرکاری ملازمت، عمر 37 سال کے لیے نیک سیرت ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0313-8543979

☆ کوئٹہ کے رہائشی تنظیم کے رفیق کو اپنے بیٹے، نیک سیرت، ایم ایس سی جیالوجی، عمر 33 سال کے لیے نیک سیرت تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0313-8543979

اِنّا للہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ فیصل آباد کے رفیق حکیم محمد سعید مختار وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0308-5542625

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، نوشہرہ کے رفیق محترم محمد عارف اورکزئی کی والدہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0321-9743983

☆ حلقہ سرگودھا، بھکر میں مقیم منفرد رفیق تنظیم خالد حنیف کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0334-7614561

☆ حلقہ فیصل آباد کے رفیق محمد نعمان اصغر کے ماموں وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0300-7914988

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

یادِ رفتگاں

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

تنظیم اسلامی کے بزرگ رفیق مختار احمد خان صاحب بھی داغِ مفارقت دے گئے۔

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کے ایک اور قریبی ساتھی تنظیم اسلامی پاکستان کے شعبہ مالیات کے سابقہ ناظم و آڈیٹر، مرکزی عاملہ اور شوریٰ کے مستقل رکن شعبہ زکوٰۃ کے ناظم مختار احمد خان عہد وفا نبھاتے ہوئے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ انتہائی ایماندار و ذمہ دار، خوش مزاج اور ملنسار، مسجد میں صفِ اول کے نمازی، تکبیرِ اولیٰ کے پابند، تنظیمی اجتماعات میں نماز باجماعت سے قبل مخصوص انداز میں تکبیر پڑھنے والی خوبصورت اور کڑاکے دار آواز خاموش ہوگئی۔ مختار احمد خان ولد نعمت علی خان انڈیا کے ضلع ہوشیار پور میں اپریل 1941ء کو پیدا ہوئے۔ بی اے کے بعد آؤٹ اگزیمینیشن آفیسر، ڈائریکٹر جنرل ریلوے آڈٹ کی ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ 1982ء میں تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ 12 ربیع الاوّل کو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی سیرت النبی ﷺ پر تقریر سن کر تنظیم اسلامی سے ابتدائی تعارف ہوا۔ لیکن اس کے بعد پھر جہاں بھی ڈاکٹر صاحب کا پروگرام ہوتا تھا دل سے مجبور ہوکر پہنچ جاتے تھے۔ بعد ازاں ایک مرتبہ حنیف ورک صاحب نے رابطہ کیا اور تنظیم میں شمولیت کی دعوت دی تو اگلے جمعہ تنظیم میں شامل ہوگئے۔ قرآن اکیڈمی کے دو سالہ کورس کے پہلے بیچ میں شرکت کی۔ اپریل 2000ء سے مرکزی ناظم بیت المال تنظیم اسلامی کی ذمہ داری نبھائی۔ ستمبر 2012ء سے مرکزی ناظم زکوٰۃ کی ذمہ داری نبھا رہے تھے۔ دو ماہ قبل کووڈ 19 سے روبصحت ہوئے۔ وفات سے قبل ڈینگی سے متاثر ہوئے۔ اس دوران گھر میں گرے تو سر پر چوٹ آئی جس سے دماغ میں خون جمع ہوگیا۔ آپریشن کامیاب ہوگیا لیکن بے ہوشی کے عالم میں ہی 80 سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔ امیر محترم نے مرحوم کے مسلک کے احترام میں جہری نماز جنازہ پڑھائی اور نماز سے قبل چند تذکیری کلمات بھی ادا کیے۔ رفقاء و احباب کی کثیر تعداد تدفین میں بھی شریک ہوئی۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

مختار احمد خان انتہائی منکسر المزاج انسان تھے۔ تنظیمی انفاق کو مالِ یتیم کے مترادف قرار دینے والے اس عظیم انسان کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ زندگی کے لمحات نفخ روح کے پھونکے جانے کے وقت ہی طے ہوجاتے ہیں لیکن بہر حال پیاروں کی جدائی اور دیرینہ تعلق خاطر وقتی طور پر غمگین تو کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موت ایک خاموش استاد ہے جو ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ دنیا تمہارے لیے بنائی گئی اور تم آخرت کے لیے لہٰذا آخرت کی فکر کرو۔ موت سے کس کو رستگاری ہے۔ آج تم کل ہماری باری ہے۔ ہم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا گو ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہوجائے، ان کی تحریکی خدمات کو ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنادے اور ان کی اولاد کو ان کے مشن کا حصہ بنادے۔ آمین یارب العالمین!

The Role the Muslim Ummah has to Play

The Muslim world is passing through a critical period. It is suffering from the onslaught of western powers, former colonialists and new Islamophobes. It is faced with internal ills, rivalries and conflicts. Is it not strange that in spite of having the light of divine guidance and a glorious past, the Muslims are passing through crisis after crisis?

They and they alone have the concept of only "one God", a clear objective of life, a very clear concept of everlasting life of Aakhirat. Yet they are acting as a directionless people. They had developed a glorious civilization, united the whole world, promoted peace and elevated mankind to the highest ever moral and material heights. They need to rediscover their roots and reinvigorate their spirit.

Is it not extremely painful that the affluent Muslim countries are doling out billions of dollars to satisfy the ever-increasing greed of the big powers, with India being the latest addition to the Israeli nexus? Muslim countries need to be at the forefront for helping the poor, deprived, marginalized and exploited peoples. The Muslim Ummah, first of all must set its own house in order, then it should try to fulfil its designated responsibility of guiding the people of the world towards Allah *(SWT)* and introducing them to a responsible, principled and peaceful moral life and conduct. The Muslim Ummah is capable of playing this constructive and most sought-after role as being the leader in establishing the Deen, as it did in its glorious past under the guidance Islamic principles taught by Allah *(SWT)* and His messenger *(SAAW)*.

Our countries and the intellectual classes therein can certainly play this role to unite mankind on divine principles and put an end to moral depravation, debilitating materialism and ever-increasing conflicts and wars. Only through this we can save the world from distraction. Having said that, we ought to bring our houses in order as a primary goal and then embark upon questioning the ethical, moral and legal stance taken by the entire West regarding "Moslems".

Let us make a resolve to renew our faith in Almighty Allah *(SWT)*, His messenger *(SAAW)* and their teachings. Verily the mercy and help of Allah *(SWT)* is very close to the believers. He has assured us that, "As regards the people who strive for Our cause, certainly We show Our (chosen) paths to them". ***Ref: Verse (29:69)***

Let us pray to Allah *(SWT)* the Exalted to bless us with faith, wisdom, courage and resources to fulfil this great responsibility so that the world may witness a new dawn of peace, prosperity and tranquility. Aameen!

Courtesy: ***The Nida e Khilafat Editorial Team***

﴿وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰكُمْ﴾ (الحج:۷۸)

تنظیمِ اسلامی کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماع

19، 20، 21 نومبر 2021ء

(بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام

مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور

منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ العزیز)

((اَنَا آمُرُکُمْ بِخَمْسٍ، اللّٰہُ اَمَرَنِیْ بِھِنَّ: بِالْجَمَاعَۃِ، وَالسَّمْعِ، وَالطَّاعَۃِ، وَالْھِجْرَۃِ، وَالْجِھَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ)) (مسند احمد و جامع ترمذی)

”میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے:
یعنی جماعت کا، سننے کا، ماننے کا، ہجرت کا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کا“

لٰہذا رضائے الٰہی کے حصول کے لیے

بیعت سمع وطاعت کے مسنون بندھن میں منسلک رفقاء کو شرکت کی بھرپور دعوت ہے۔

تفصیلات کے لیے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجیے!

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی فون: 78-35473375 (042)

Vol. 30 Regd. C.P.L NO. 114 No.42

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore